سے قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ کے علوم کے خزانے بن گئے تھے۔ ان کو ادلہ اربعہ میں سے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی ہیں اور کسی چیز کی ان کو ضرورت نہیں۔

تیسرا مرتبہ صحابہ کے تابعین رضی اللہ عنہم کا ہے اور زمانہ بھی ان کا خیر القرون میں سے ہے۔ ان کو صحبت اصحاب رضی اللہ عنہم کی برکت سے حق تعالیٰ نے علوم کی اشاعت اور کتاب و سنت کے احکام کے تصفیہ کے لیے انتخاب فرمایا تھا۔۔۔۔۔۔ اور یہ اصحاب کے درمیانی مختلفہ مسائل میں ان کو ترجیح دیتے تھے جس پر اکثر صحابہ مجتہدین نے اتفاق اور اجماع کیا ہو۔

ان کو ادلہ اربعہ میں سے کتاب، اور سنت اور اجماع کافی ہیں کسی اور چیز کی ان کو حاجت نہیں،

چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے کی بہتری میں اختلاف ہے اور اکثر ان میں سے نفس امارہ کے خطروں سے بھی بچے ہوئے نہیں۔ اور مسائل دین میں ان کے درمیان بہت اختلاف ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

خَيْرُ اُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِي بُعِثْتُ فِيهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَلَا اَعْلَمُ اَذَكَرَ الثَّالِثَ اَمْ لَا ثُمَّ يَنْشَأُ اَقْوَامٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَفْشُو فِيهِمُ السِّمَنُ۔

" سب سے بہتر اور افضل زمانہ وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں پھر وہ زمانہ جو اس سے ملا ہوا ہے (عمران ابن حصین کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ تیسرے زمانے کے لیے بھی آپ نے فرمایا یا نہیں) پھر فرمایا کہ پھر ایسی قومیں پیدا ہوں گی جو بغیر گواہی طلب کیے گواہیاں دیں گی اور خیانت ان کا شیوہ ہوگا اور انہیں کوئی امین نہ بنائے گا اور ان میں موٹاپا بڑھ جائے گا۔" (روایت کی ترمذی نے)

اس زمانے میں لوگ ان اختلافات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ پھر

اللہ تعالےٰ نے جب مملکت اسلام کی حفاظت چاہی تو ان میں بڑے ماہر علماء اور بڑے پرہیزگار و متقی بھیجے جن کو آیات اور احادیث اور اجماع صحابہ و تابعین سے استنباط (مسائل نکالنے) کی قوت عطا کی۔ اور جنہوں نے ناسخ کو منسوخ سے اور محکم کو ماؤل سے مؤخر کو مقدم سے پرکھ لیا۔۔۔۔۔۔

ان علمائے متقین میں سے پھر رحمت الٰہی نے مجتہدین مذاہب اربعہ مشہورہ کو چھانٹ لیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (پ۲۸ ع۱۱)

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔"

ان کے مذاہب کو ساری اُمت نے بڑے فخر اور مسرت سے قبول کیا اور انہوں نے پھر فقہ کی کتابیں باب باب اور فصل فصل کرکے جمع کیں۔ مقصد یہ کہ دین اسلام کے راستے کو لوگوں کے لیے نہایت آسان کر دیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

بعض مسائل فرعیہ کے علاوہ ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ:

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ (جامع صغیر)

"میری اُمت کا درمیانی اختلاف رحمت ہے۔"

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

"اگر وہ رجوع کرتے رسول اور اولی الامر کی طرف تو یقیناً جان لیتے ان میں سے وہ لوگ جو مستنبطین (مصلحت شناس) ہیں۔" (پ۵ ع۸)

اور قرن ثالث (تیسرے زمانے) میں مستنبطین یہی مجتہدین ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَى الضَّلَالَةِ (مشکوٰۃ)

"میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔"

اس لیے اے مسلمانو! ہم پر اس زمانے میں انہی کی پیروی اور تقلید لازم ہے۔ یہ

ہے حقیقت اجماع اور قیاس کی۔

فائدہ مہمہ : بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ غیر مقلدین (جو ان مذاہب مذکورہ کی پیروی نہیں کرتے) مشائخ کے اطوار پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے طریقے کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ترتیب وار اذکار" اور وقت کی پابندیوں کے ساتھ مراقبے" اور " اورادِ مقررہ " مخترعہ ریاضتیں " ان سب کا کوئی اصل نہیں بلکہ یہ ساری بنائی ہوئی بدعتیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔ اور اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ:

اِنَّ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ

" ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ اس مبحث میں دو طرح سے کلام کیا جا سکتا ہے۔ اول بدعت کے معنی اور اس کے اقسام کے بیان میں۔

دوسرا یہ کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مذکورہ میں بدعت سے کیا مراد ہے۔

وجہ اول بدعت کے معنی کے بیان میں:-

جاننا چاہیے کہ بدعت لغت میں ہر اس نو پیدا چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی نظیر پہلے نہ ہو۔ اور اسی معنی کے مطابق باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ ۱ ع ۱۴)

" اللہ تعالیٰ بدیع (موجد) ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔"

اور شرع میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو امور دین میں نو پیدا کردہ ہو یعنی جس کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نہ ہوا اور وہ سنت کی مخالف اور معارض ہو۔

ہم نے جو یہ قید لگائی ہے کہ سنت کے مخالف اور معارض ہو۔ یہ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کتنے نئے امور پیدا ہوئے ہیں اور وہ اس زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی اس قدر عام اور شائع ہو گئے ہیں کہ ان سے نہ مخلص ہے

سکتا ہے اور نہ غیر مقلد۔ یہاں تک کہ خیر القرون کا آخری حصہ بھی ان امور کی زد سے نہ بچ سکا۔ جس پر تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں۔

عالم اسلامی ہی میں اگر کوئی نظرِ انصاف کو وسعت دے کر دیکھے تو کھانے، پینے، پہننے، اور اوڑھنے، اور مکانات میں اس کے علاوہ اور دنیوی اور معاشی امور میں اکثر امور ایسے دیکھے گا جو نو پیدا کردہ ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

حاصلِ کلام یہ کہ مراد بدعت سے حدیث شریف میں وہ بدعت ہے جس کو سیئہ (بُری) کہا جاتا ہے اور جو سُنّت کے مخالف اور مقابل ہے لیکن وہ نو پیدا امور جو سنت کے معارض اور مقابل نہیں۔ وہ مباحات شرعیہ میں داخل ہیں اس لیے کہ ہمارے مذہب میں سب اشیاء در اصل مباح ہیں (حرمت بعد میں نص شارع سے ہوتی ہے)

سوال: لفظ "کل" کو کیوں آپ نے نظرانداز کر دیا اور کہنے لگے کہ بعض بدعتیں مباحات شرعیہ میں داخل ہیں حالانکہ متنِ حدیث شریف میں "کل" کا لفظ آچکا ہے۔ یعنی ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

جواب: شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد لفظ کل فرمانے سے یہ نہیں کہ یہ سب اقسام بدعت کے مطلقاً حسنہ ہو یا سیئہ (بھلی ہو یا بُری) سب ضلالت اور گمراہی ہیں بلکہ لفظ "کل" سے یہ مراد ہے کہ بدعت سیئہ کے سارے اقسام جو سُنّت سے ٹکرا کھائیں اور مخالف ہوں گمراہی ہیں۔ اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ قول دلیل ہے جو صحاح میں وارد ہو چکا ہے کہ:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ

"میری سُنّت کو اور میرے خلفائے راشدین کی سُنّت کو جو میرے بعد ہیں اپنے اوپر لازم پکڑو۔" (مشکوٰۃ)

اور خلفائے راشدین کی سُنّت عین سُنّت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہو نہیں سکتی اس لیے کہ عطف مغائرت کو چاہتا ہے تو اگر "کل" کا لفظ علی الاطلاق لیا جائے

تو سُنّت خلفائے راشدین کے اتباع کا کوئی موقعہ نہیں رہتا اور حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہٗ کے اس قول کا کہ "بیس رکعتیں تراویح نعمة البدعة" "بڑی اچھی بدعت ہے" کوئی محل نہیں نکلتا۔

لفظ کل کا اس حدیث میں ایسا ہے جیسا کہ کلام پاک میں حضرت ابراہیم کے قصہ میں مذکور ہے کہ :

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا

"پھر رکھ دو ہر ایک پہاڑ پر (كُلِّ جَبَلٍ) ایک ایک حصہ پرندوں کا پھر بلاؤ ان کو وہ آئیں گے دوڑتے ہوئے۔" (پ۳ ع ۴)

یہاں لفظ "كُلِّ جَبَلٍ" سے ساری دنیا کے سب پہاڑ تو مراد ہو ہی نہیں سکتے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر ایک پہاڑ پر جو حاضر ہیں چار ہوں وہ پہاڑ یا سات (جیسا کہ بیضاوی نے بیان کیا) ان پرندوں کا گوشت رکھ دو۔

پس معلوم ہوا کہ مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی لفظ "کل" سے ہر ایک بدعت سیئہ ہی ہے۔

علمائے کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی بہت سی قسمیں ہیں بعض ان میں سے تو اس زمانے میں واجب ہیں مثلاً علوم کی اشاعت کرنا، مدرسے، اور مسافر خانے بنانا وغیرہ۔

اور بعض سنتِ حسنہ ہیں جیسے بیس رکعتیں تراویح پڑھنا اور حکومت کے لیے دفتر اور کچہریاں بنانا (یہ سُنّتِ عمریہ ہیں) اور مساجد کو منقش پتھر اور ساگوان کی لکڑی سے تعمیر کرنا اور قرآن مجید کو مصحف میں جمع کرنا (یہ سُنّتِ عثمانیؓ ہیں) اور باغیوں وغیرہ سے جنگ کرنا۔ (یہ سُنّتِ مرتضوی ہے)

اور بعض بدعتیں مستحب یا مباح ہیں جیسے آجکل کے زمانے کے اکثر اوضاع اور رسوم۔ دو وجوہ مذکور میں سے یہ دوسری وجہ ہے۔

پس مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے اطوار اور اذکار مرتبہ، اور مراقبات موقتہ، اس بدعت حسنہ (اچھی) میں داخل ہیں جن کو نامور اور جید علماء اسلام نے قبول کیا ہے

اور ان کو اچھا سمجھا ہے اور لوگوں کو ان باتوں کی طرف ترغیب دی ہے۔ اور خود ان کاموں میں مشغول رہے ہیں بلکہ ان امور کو وہ بدعت ہی نہیں سمجھتے اور اس بات پر رضامند ہی نہیں کہ ان پر بدعت کا لفظ استعمال کیا جائے، جیسا کہ ہمارے مرشد اعظم امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب ہے۔

ہم نے اس باب میں کلام کو طول دیا ہے اس لیے کہ بات سے بات نکلتی رہی ہے لیکن پھر بھی یہ طول فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ انصاف پسند دل ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

فصل

اعمالِ بدنیہ

اے بھائی! (اللہ تمہیں ان کاموں کی توفیق دے جن کو وہ پسند کرتا ہے اور جن سے راضی ہوتا ہے) جاننا چاہیے کہ اعتقاد صحیح کر لینے کے بعد تم مسئول اور مکلف ہو۔ اعمالِ بدنیہ روزہ اور نماز اور حج و زکوٰۃ، پر اور تمامی اوامرِ الٰہی پر خواہ وہ اعمالِ قلبیہ ہوں یا افعالِ جوارح اور محرمات و مکروہات شرعیہ کے ترک کرنے پر خواہ وہ بھی قلبیہ ہوں یا بدنیہ۔

علم الفقہ اعمال بدنیہ کی تفصیل کا کفیل ہے اور علم اخلاق اعمال قلبیہ کی توضیح کا ضامن ہے۔ پس جس طرح کہ ظاہر کی اصلاح اعمال بدنیہ پر موقوف ہے۔ اسی طرح باطن کی اصلاح کا مدار اعمالِ قلب پر ہے۔ یہ مقام ان دونوں کی تفصیل کا نہیں ہے اس لیے کہ وہ دو جاری چشمے ہیں بلکہ دو سمندر ہیں جو آپس میں ملتے ہیں ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہے کہ ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور یہ دونوں چشمے یا سمندر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سینہ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں اور اُمت کے سینوں تک پہنچتے ہیں تم پر لازم ہے کہ ان دونوں پاکیزہ علموں کی کشتی میں سوار ہو جاؤ تاکہ یہ تمہیں سلامتی سے ساحل مقصود تک پہنچا دیں۔ جس کی وجہ سے موت کے

بعد اپنے مالک معبود کے مہیا کردہ باغوں میں گلگشت کرتے رہوگے۔

ہم ابھی تمہیں بعض ضروری باتیں اعمالِ قلب اور اعمالِ بدن کی مختصراً بتلا دیتے ہیں۔ تم پر یہ لازم ہے کہ انہیں قبول کرو اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تاکہ مقاماتِ عالیہ پر فائز ہو سکو۔ کہیں ان کو فضول سمجھ کر نہ چھوڑ دینا کہ اس سے بے نیازی برتنے میں گھاٹا پاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔

مقصود کے شروع کرنے سے پہلے ہم تمہیں سب اعمال کی روح اور جوہر اور مغز بتلا دیتا ہے اور وہ کیا ہے؟ "اخلاص اور نیت صحیح کرنا" تھوڑا سا عملِ خیر بھی اخلاص اور صحتِ نیت کے ساتھ اس عملِ خیر سے جو اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن اخلاص سے نہیں بلکہ فسادِ نیت کے ساتھ ہے۔ بہت ہی اچھا ہے۔ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ۔

"سب اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک آدمی وہی پائے گا جو اس نے نیت کی ہو" (حدیث طویل متواتر)

اسی وجہ سے صحابۂ کرام کا ایک "مد" (یعنی دو رطل) یا اس کا بھی نصف اللہ کے راہ میں خرچ کرنا دوسروں کے جبلِ اُحد کے برابر سونا صرف کرنے سے بہتر اور افضل تھا۔

اگر تم کہو کہ اخلاص کیا ہے؟ تو اس کی بھی ہم تمہیں حقیقت بتلائے دیتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہایت عاجزی اور نہایت سچائی سے محض اس کی فرمانبرداری اور غلامی کے لیے کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ دل میں جنت کی طمع کیے ہوئے ہو یا دوزخ کے خوف سے یا جو نفس کی خواہشیں اور لذتیں ہو سکتی ہیں۔ ان کے لیے ادا کی جائے۔

اس لیے کہ اگر ایک مٹھی بھر گیہوں اللہ کی رضامندی کے لیے اخلاص کے ساتھ خرچ کی جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ مٹھی بھر موتی بغیر اخلاص کے نفس کی رضامندی میں دے ڈالو۔ جب تم نے اپنے عمل کو محض اللہ ہی کے لیے خالص کر دیا اور پورا اخلاص

اس میں پایا گیا تو سمجھ لو کہ یہی عمل قابلِ قبول بلکہ قبول شدہ ہے۔ ایسا عمل دس گنا بڑھا کے لکھا جائے گا اور یونہی سات سو تک وہ عمل بڑھ سکتا ہے (یعنی ایک باخلاص عمل سات سو گنا ہو جائے گا) اور یہ عمل تمہارے لیے قیامت کے دن تک نشو و نما پاتا رہے گا، اس دانے کی طرح جس کو نہایت اچھی زمین میں بویا جائے تو وہ اُگتا اور بڑھتا ہے یہانتک کہ کچھ زمانے کے بعد ایک تناور اور پھلدار اور خوش نما درخت بن جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بغیر نیت صالح اور اخلاص کے عمل کیا ہے تو وہ نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ بڑھتا ہے بلکہ اس شخص کا فرض اور نفل کبھی رتبۂ قبولیت نہیں پاتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ:-

یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِي الصَّدَقٰتِ (پ۳ ع۶)

" اللہ تعالیٰ سود کو محو کرتا ہے اور گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا رہتا ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝ (پ۶ ع۹)

" اللہ متقین ہی سے قبول کرتا ہے "

اور متقین وہی باخلاص لوگ ہیں۔

جب تم اس کو جان چکے تو اب جانو کہ نماز دین کا ستون ہے اور طاعات کا مخزن اور عبادات کا مغز ہے۔ اور سب اعمال میں اللہ اور رسول پر ایمان کے بعد اس سے کوئی اور عمل افضل نہیں۔ اور یہ عبادت بدنیہ ہر ایک مکلف مسلم پر مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام، غنی ہو یا فقیر، مسافر ہو یا مقیم، تندرست ہو یا بیمار سب پر فرض ہے۔

اب صبح سے لے کر سارے اعمال کی ترتیب ہم تمہیں بتلائے دیتے ہیں۔ صبح سویرے اٹھتے ہی یہ دعا پڑھو:

" اَصۡبَحۡنَا وَاَصۡبَحَ الۡمُلۡكُ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ

ہم نے اور تمام ملک (کائنات) نے اللہ واحد قہار کے لیے صبح کی۔

اور اپنے ایمان کی تجدید اس قول سے کرو۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ۔ (حصن حصین)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ خدایا! تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد و پیمان پر جتنا مجھ سے بن پڑا قائم ہوں اور تیری جو بھی نعمت مجھ پر ہے میں اس کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں پس میرے گناہ بخش دے اس لیے کہ تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔"

اور خاص اللہ ہی کے لیے جلدی سے اُٹھ بیٹھو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہو اور آداب و سنن کی رعایت رکھتے ہوئے بالاسباغ (یعنی اچھی طرح) وضو کرو۔ اسباغ سے یہ مراد نہیں کہ زیادہ پانی ڈالو یا تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھوؤ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء کو دھونے میں اچھی طرح گھیر لو۔ جیسے کہنیاں اور ٹخنے اور چہرہ کے اطراف اور ڈاڑھی کے بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانے میں کمی واقع نہ ہو۔

اور وضو کرنے سے یہ نیت کرو کہ بے وضوئی زائل ہو اور نماز ادا کرنا مباح ہو جائے۔ پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں اپنے گھر میں مخفف (ہلکی) ادا کرو۔ "مخفف" سے یہ مقصد نہیں کہ تعدیل ارکان (رکوع سجدہ وغیرہ) میں جلد بازی کرو بلکہ مراد یہ ہے کہ قرأت اس میں کم ہو۔ پھر نور کے تڑکے اپنے قریب ترین مسجد میں جاؤ چاہے اس مسجد کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو، اور راستے میں تسبیح اور استغفار پڑھتے جاؤ۔ اس طرح سے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِكَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ (پاک ہے اللہ اور تیرے لیے ہی حمد و ثنا ہے، پاک ہے اللہ عظمت والا اور تیری بارگاہ میں میں توبہ کرتا ہوں) اور مسجد میں اس طرح سے داخل ہو کہ اللہ کے غضب سے ڈرتا ہو اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہو اور پہلے اپنا دایاں پیر مسجد میں رکھو اور یہ کہو:

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ہ (پ ۱۵ ع ۹) "اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا (جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں بھی میں باہر آؤں) اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔"

اور صبح کی دو رکعتیں فرض جماعت کے ساتھ نہایت اطمینان اور وقار سے ادا کرو اور اگر وقت فراخ ہے۔ تو جس قدر قرأت کو طول دے سکو تو بہتر ہے۔ قرأت کے بعد رکوع کرو۔ اور رکوع میں اپنی پیٹھ سیدھی رکھو اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم (پاک ہے میرا رب عظمت والا) کہو اور اکثر کے لیے کوئی حد نہیں۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (اللہ نے سن لی جس نے اس کی تعریف کی) کہو اگر تم امام ہو تو اسی پر کفایت کرو اور مقتدی ہو تو امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب سب تعریف تیرے ہی لیے ہے) کہو۔ اور اگر نماز تنہا پڑھ رہے ہو تو دونوں جملے کہو۔ اور تین تسبیحوں کے قدر اس حال میں ٹھہرے رہو۔

پھر سجدہ کرنے کے لیے نیچے جھکو اور اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان زمین پر یا مصلے پر رکھو اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا رب بہت بلند) کم از کم تین بار کہو اگر اس سے زیادہ پڑھ سکو تو زیادہ بہتر ہے۔

پھر اپنے دائیں پیر کو کھڑا رکھ کر بائیں پیر پر بیٹھ جاؤ اور تین تسبیحوں کے قدر ٹھہرے رہو۔ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح سے سجدہ کرو اور پھر دوسری رکعت کے لیے اٹھو اور انتقالات (اٹھنے بیٹھنے) کی تکبیریں نہ بھول جاؤ۔

اور پوری نماز میں اپنے تئیں ایک گریختہ خائن اور خائف غلام تصور کرو جو نہایت ڈرتا ہوا اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوا ہو، اور اس کے حکم کا انتظار کر رہا ہو کہ گرفتاری و عقوبت کا فرمان صادر ہوتا ہے یا عفو اور بخشش سے کام لیا جاتا ہے۔

اور جبکہ دوسری رکعت بھی ختم کر چکے تو التحیات پڑھو۔ التحیات یہ ہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ "تمام زبانی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ابراہیمی بھیجو اور یہ دعائیں پڑھو:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (پ۲ع۹)

"اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا"

اور

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔ (حصن حصین) "اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ لیتا ہوں کانے دجال کے فتنہ سے اور تیری پناہ لیتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے، اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر گناہ اور قرض سے۔

اور

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ[1] رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

"اے میرے پروردگار بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا تو اپنی مغفرت سے میرے سب گناہ بخش دے اور رحم فرما مجھ پر بے شک تو ہی بہت بخشش کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین اور تمام مومنوں کو بھی جس دن حساب قائم ہو۔"

اور اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرو۔

---

[1] (حصن حصین ۱۲)

بہتر یہ ہے کہ اجرت کی طمع پر تم امام، موذن، مکبر اور مدرس نہ ہو۔ اور اگر اللہ ہی کے لیے بغیر اجرت کے یہ خدمات انجام دے رہے ہو تو بڑے ثواب کے مستحق ہو۔

پس جبکہ نماز کو آداب اور سنتوں کی رعایت رکھتے ہوئے جیسا کہ علم فقہ میں مفصل مذکور ہے۔ تم نے ادا کر دیا تو بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ پر بیٹھے جاؤ اور تسبیحیں پڑھنے میں مشغول ہو جاؤ۔ یعنی ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھو، پھر آیۃ الکرسی پڑھو اور ذکر قلبی یا لسانی کے ساتھ مشغول ہو جاؤ یا اللہ پاک کی نعمتوں اور عنایتوں میں جو تم پر اور ساری مخلوقات پر ہیں، بیٹھے فکر و شکر کیا کرو۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے۔ طلوعؔ[1] کے بعد چار رکعتیں نفل کی دو دو کر کے پڑھے اور قرآن مجید سے جو تمہیں آسان معلوم ہو، ان میں قرآت کرو۔ پھر دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور نہایت اخلاص اور تضرع اور زاری کے ساتھ یہ دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًى بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

"اے اللہ تو بے شک میرے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے، میری معذرت قبول فرما اور تو میری حاجت کو جانتا ہے میرا سوال پورا فرما اور تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے میرے گناہ بخش دے۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ سچا یقین کہ مجھے وہی ملے گا جو آپ نے میرے لیے لکھ دیا ہے اور معاش میں اپنی قسمت پر راضی ہونا مانگتا ہوں۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

پھر دوبارہ آنے کا ارادہ رکھتے ہوئے مسجد سے نکلو اور ظاہری طور پر اپنے دھندے اور روزگار میں مشغول ہو جاؤ۔ لیکن تمہارا قلب اللہ پاک کے ذکر اور مسجد کی طرف لوٹنے

---

[1] جس وقت سورج کی ٹکیا ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد بیس منٹ ٹھہر کر یہ نفل پڑھیں کیونکہ اتنا وقت طلوع میں داخل ہے۔ (ناشر)

کے خیال میں لگا ہوا ہے پھر جبکہ ظہر کی اذان سنو تو جلدی سے اٹھو اور اپنے پروردگار کے بلاوے کی اجابت کرو۔ اور نیا وضو کر کے مسجد کی طرف چل دو۔ جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور چار رکعتیں سُنّت کی جو پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ حضورِ قلب اور اخلاص سے پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے رہو۔ یہاں تک کہ تکبیر قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ پھر پہلی صف میں داخل ہو بشرطیکہ وہاں جگہ ہو اور دائیں بائیں کسی کو تمہاری وجہ سے تکلیف اور تنگی نہ ہوتی ہو۔ اور نماز شروع کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھو:۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ "میں نے اپنا منہ اس ذات کے سامنے کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ایک طرف کا ہو کر اور میں شرکوں میں سے نہیں ہوں۔ تحقیق میری نماز میری قربانی میرا جینا، میرا مرنا اللہ جہانوں کے پروردگار کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم کیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں"۔

پس جب کہ تم امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے اور سلام پھیر چکے تو یہ دعا پڑھو:۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

"اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف لوٹتی ہے، بڑی برکت والا ہے تو اے ہمارے پروردگار اور بہت بلند ہے تو اے جلال اور بزرگی والے۔"

پھر اٹھ کر دو رکعتیں سُنّت کی اسی طرح سے پڑھو اور پھر تسبیحات مذکورہ اور آیت الکرسی پڑھو۔ پھر اللہ پاک سے وہ دعائیں مانگو جو مسنون ہیں۔ اور مسجد سے اسی حال میں نکلو کہ پھر وہیں لوٹنے کی نیت رکھتے ہو۔ پھر آ کر اپنی حرفت اور کسب میں لگ جاؤ عصر کے وقت تک۔ اور عصر کی اذان سن کر نہایت جلدی خوشی اور بشارت پائے ہوئے کی طرح اللہ پاک کے بلاوے کی طرف لپکو جو اپنے حضور کی تمہیں دعوت دے رہا ہے۔ اچھا یہ ہے کہ اگرچہ تمہیں وضو ہو مگر پھر نئے سرے وضو کرو

اور مسجد کی طرف اسی طرح جاؤ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر اور رکوع میں اپنے قدموں کی پیٹھ پر اور سجدے میں اپنے نتھنوں پر جمائے رکھو۔

عصر کے فرض سے پہلے اگر وقت کافی ہو تو چار رکعتیں نفل کی بھی پڑھ لو پھر امام کے ساتھ فرض ادا کرو۔ اگر دنیا کے ضروری کام کاج سے فارغ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ مغرب تک بیٹھ کر ذکر اور فکر میں مشغول رہو۔

اور احتیاط کی بات یہ ہے کہ ظہر ایک مثل[۱] سے پہلے اور عصر دو مثلوں کے بعد آفتاب کے زرد ہونے کے قبل پڑھا کرو۔ اور جب امام کے پیچھے نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوئے تو دو رکعتیں سنت پڑھو۔ اس کے بعد دو رکعتیں یا چار رکعتیں نفل کی دو سلاموں کے ساتھ پڑھو۔ تو اور بہتر ہے۔ پھر اسی لوٹنے کی نیت کے ساتھ مسجد سے نکلو اور اپنے گھر آکر رات کا کھانا اپنے عیال یا مہمان کے ساتھ (اگر کوئی ہو) تناول کرو۔ اور کچھ دیر آرام لے کر جب عشاء کی اذان سنو تو مسجد کی طرف جاؤ اور چار رکعتیں نفل کی فرض سے پہلے پڑھو۔ اور عشاء کی نماز امام کے پیچھے پڑھ کر دو رکعتیں سنت کی اور تین رکعتیں وتر کی پڑھو اگر تمہیں اخیر رات میں جاگ جانے کا یقین نہ ہو —— اور اگر جاگ اٹھنے کا یقین رکھتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ وتر تہجد کے بعد اخیر شب میں پڑھے جائیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد سورۂ تبارک (الملک) اور آلم سجدہ پڑھو۔

پھر خواب گاہ پر آکر یہ دعائیں پڑھو :-

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَاِنْ رَدَدْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ

---

[۱] اصطلاح فقہ میں مثل سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا سایہ علاوہ اصل سایہ کے اس کے قد کے برابر ہو جائے۔ (مترجم)

عَلٰی نَفْسِیْ وَعَلٰی دِیْنِیْ وَعَلٰی مَالِیْ وَعَلٰی اَھْلِیْ وَعَلٰی اِیْمَانِیْ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَءَ وَبَرَءَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ (تیرے ہی نام کے ساتھ میں نے (بستر پر) اپنا پہلو رکھا ہے اور تیرے ہی نام سے اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس کی مغفرت کر دیجیو اور اس پر رحم فرمائیو اور اگر تو اس کو لوٹا دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کیجیو جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ کے نام پاک کے ساتھ میں اپنی جان، مال اور عیال اور ایمان کی حفاظت چاہتا ہوں۔ اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی اور پھیلائی اور عدم سے وجود بخشا اور ہر اس چیز کے شر سے جو زمین سے نکلتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور مجھے پناہ دیجئے رات کے وقت آنے والی چیزوں کے شر سے اور گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کے شر سے اور پناہ میں رکھئے حاسد کے شر سے جب حسد کرے۔ میں اللہ پر ایمان لایا اس پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے۔ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں) پھر اپنے دائیں پہلو پر کعبے کی طرف رُخ کر کے جیسا کہ قبر میں تمہیں سونا پڑے گا سو جاؤ۔ پھر اگر تم نے آخر شب میں اٹھ کر وضو کیا اور تہجد کی نماز پڑھی اور درود شریف حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر سو دفعہ بھیجا اور سو دفعہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ (اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور عافیت عطا فرما اور مجھے معاف کر دے) اور سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَاِلَیْہِ التَّوْبُ (پاک ہے اللہ اور اسی کے لیے ہی تعریف ہے۔ پاک ہے عظمت والا اور اسی کی بارگاہ میں توبہ ہے) پڑھا تو یہ تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور تہجد کی نماز کم از کم دو رکعتیں ہیں اور

زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں جس قدر تم بآسانی پڑھ سکو پڑھو۔
اور اگر ان میں سورہ "یٰسٓ" پڑھ سکو تو یہ بہت بہتر ہے۔ اور اس میں بڑا اجر ہے۔

اے عزیز! جاننا چاہیے کہ جب تم نے نماز شروع کی اور اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب لاکر تم نے اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہا تو گویا تم نے ماسوی اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور تم اپنے مولا وآقا کے سامنے اس حال میں کھڑے ہو کہ اس کی پکڑ اور گرفت سے ڈر رہے ہو اور تم اس کی عفو و رحمت کے امیدوار ہو۔ اور جب تم اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہو تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم ایک مجرم غلام کی حیثیت میں اپنے مولا کے حضور میں حاضر ہو اور تمہارے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سب تعریفیں اللہ کے لیے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا) کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اظہار کر رہے ہو اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا) کہہ کر (اس کی رحمت کی طرف غایت احتیاج کی وجہ سے) اس سے رحمت طلب کر رہے ہو۔ اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (مالک ہے روز جزا کا) کے قول سے اس کے الطاف و عنایات کے خواہاں ہو کر اس کی ثنا اور تعریف کر رہے ہو۔ اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) کے کہنے سے اپنی عبادتوں کا اسے ہی مستحق بناتے ہو اور امداد طلب کرنے کے لیے اسے ہی خاص کرتے ہو اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (چلا ہم کو سیدھے راستہ پر) کے کہنے سے دین پر استقامت کا سوال کر رہے ہو۔ اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا) کے کہنے سے صالحین کی اتباع اور جن پر خداوند تعالیٰ نے نعمتیں برسائی ہیں یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء کی تقلید کا سوال کر رہے ہو اور غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اٰمِیْن (نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ اس دعا کو قبول فرما) کہتے وقت اس کے غضب اور اپنی گمراہی سے پناہ مانگ رہے ہو۔

پس جبکہ تم فاتحہ اور قرأت پڑھ چکے تو گویا اب تمہیں کہا جا رہا ہے کہ اب اپنے رب کے سامنے جھک جاؤ اور اس کی تعظیم زبان اور تن سے بجا لاؤ تاکہ وہ تم پر رحم کرے اور تمہاری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشے۔ پس تم جھک پڑتے ہو۔ اور رکوع کرتے ہوئے دوہرے ہو جاتے ہو اور کہتے ہو سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا) اس میں اشارہ ہے پروردگار کی بڑائی اور بندے کی ذلت کی طرف۔

اب گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ اپنے سر کو اٹھاؤ کہ تمہارا رب تم پر مہربان ہوا ہے اور تمہاری دعا اور تسبیح کو اس نے سن لیا ہے اور قبول فرمایا ہے۔ پس تم اس حال میں کھڑے ہو جاتے ہو کہ تمہارے بندھے ہوئے ہاتھ بھی کھول دیئے جاتے ہیں اور تم کہتے ہو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔ اے ہمارے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں) کہ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

پھر جبکہ تمہیں قبول کی بشارت مل جاتی ہے تو تم اس شکرانہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عفو فرما دیا ہے۔ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہو اور اس طریقہ سے اپنے تئیں ذلیل کرتے ہو اور اپنے رب جل شانہٗ کی بڑائی اور پاکی کے ساتھ تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا پروردگار بہت بلند) پڑھتے ہو اور سجدہ کو پھر جو دوہراتے ہو یہ اس لیے کہ یہ دو سجدے تمہاری ذلت اور اللہ پاک کی تقدیس پر تمہارے دو گواہ بنیں۔

اور یہی دوسری رکعت کی کیفیت اور حقیقت ہے۔ پھر جبکہ دونوں رکعتیں پڑھ چکے تو اب تمہیں اپنے رب کی مجلس انس میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے! اس وقت تم اپنے پروردگار پر سلام کہتے ہو اس قول سے کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ (تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں) اس وقت گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ یہ فضیلت اور کرامت تمہیں عطا ہوئی ہے۔ یہ محض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور طفیل سے ہے اس لیے کہ اسی مقدس ہستی ہی نے تمہیں اس ترتیب کے ساتھ نماز سکھائی ہے تو تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو حاضر سمجھ کر

یہ کہتے ہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں) تو تمہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ (سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمہارے سلام کو محض اپنے نفس مبارک کے لیے خاص نہ فرمایا۔ بلکہ سب صالح بندگان خدا کو اس میں شامل فرما لیا۔ اس لیے کہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے جبکہ صلحاء کے ارواح نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عام عنایت کو سنا تو سب پکار کر کہنے لگے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں) اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو سن کر کہتے ہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ (الٰہی ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیج) آخر صلوٰۃ تک۔

اب تمہیں کہا جاتا ہے کہ سلام پھیرو کہ سلامتی سے فائز ہوئے تو تم دائیں اور بائیں کہتے ہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ (تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت) اور کہتے ہو کہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (اے اللہ تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف لوٹتی ہے تو بڑی برکت والا ہے تو اے ہمارے پروردگار اور بہت بلند ہے تو اے جلال اور بزرگی والے)

جاننا چاہیے کہ روزہ آگ (دوزخ) کے لیے ایک سپر (ڈھال) ہے اور سب عبادات میں نفس پر زیادہ شاق اور ریا و نمائش سے دور تر روزہ سے کوئی چیز نہیں۔ اور یہ بدنی عبادت ہے جو ہر ایک مکلف پر نماز کی طرح فرض ہے مگر مسافر (و مریض وغیرہ) کو کہ اسے قضا کی نیت اور ارادہ کے ساتھ افطار (روزہ نہ رکھنا) جائز ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ "روزہ خاص میرے ہی لیے ہے اور میں

اس کی بہت بڑی جزا دیتا ہوں۔" (مشکوٰۃ)

اور روزہ کی فضیلت میں قیامت کے دن حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کافی ہے کہ:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـٴًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (پ ۲۹ ع ۵)

"کھاؤ اور پیو مزے سے اس صلہ میں جو تم ایام گزشتہ میں بھیج چکے ہو۔"

روزے کی تین قسمیں ہیں۔ فرض[1]۔ واجب[2] اور نفل[3]۔ رمضان کے روزے تو ہر ایک مکلف تندرست مقیم پر فرض ہیں۔

اور جانو کہ روزہ محض اس سے عبارت نہیں کہ مفطرات ثلثہ (تین روزہ توڑنے والی چیزوں یعنی کھانے پینے اور جماع) سے رک جاؤ بلکہ اس کے پانچ اور بھی مفطرات ہیں اور وہ یہ ہیں جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی قسم کھانا اور نظر بد۔ اگر تم نے روزے کو ان سب مفطرات سے بچا لیا تو تمہارا روزہ بیشک آگ کے سامنے سپر ہوگا۔ اور قیامت کے دن کے لیے تمہارا توشہ بن جائے گا اور اگر تم نے ان امور سے حفاظت کا خیال نہ رکھا تو تمہیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کیا حاصل ہوا؟

تو اے عزیز! کوشش کرو کہ تمہارا روزہ ان سب مفطرات مذکورہ سے سلامت رہے اور تمہارے روزے کا ثواب اس قابل و لائق ہو کہ اسے اپنے رب کی بارگاہ میں ہدیہ بنا کر بھیج سکو، اور کفارات اور نذروں اور نسک کے روزے واجب ہیں۔

اور شوال کے چھ روزے اور عاشورا کے دن کا روزہ اور ایک دن پہلے اس سے یا ایک دن اس کے بعد روزہ رکھنا اور ایام بیض (۱۳-۱۴-۱۵ ہر ماہ) کے روزے نوافل میں سے ہیں۔ اگر یہ روزے رکھ سکو تو ان میں بڑی فضیلت ہے اور اگر اتنی طاقت نہ ہو

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (پ ۱۷ ع ۱۷)

"تو اللہ تعالیٰ نے دین کے بارہ میں تم پر کوئی تکلیف لازم نہیں کی ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَہٗ بِسِتٍّ مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ
(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ)

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے"۔

اس لیے کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے تو رمضان کا ایک مہینہ دس مہینے کے برابر ہوا۔ اور چھ دن اس حساب سے ساٹھ دن ہوئے۔ کل ملا کر ایک سال کامل ہو گیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (پ ۲۸ ع ۱۱)

"یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔"

اور بہتر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں اتنا نہ کھاؤ کہ دن کے کھانے کی کسر نکل جائے اور اپنے پیٹ کو کھانے کا برتن سمجھ کر حلق تک نہ ٹھونس دو بلکہ کچھ بھوکے رہنے دو۔ تاکہ روزے کے اسرار تم پر کھلیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ فقرا اور مساکین کی بھوک کا تمہیں احساس اور قدر ہو اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے دن کا بچا ہوا کھانا فقراء پر صدقہ کر دو۔

اور رمضان کی راتوں میں عشاء کے فرض اور سنّت کے بعد مسنون ہے۔ (مراد سنّت سے خلفائے راشدین کی سنّت ہے) کہ نماز تراویح کی بیس رکعت پڑھو اور افضل یہ ہے کہ ان میں قرآن مجید کا ختم تم پڑھو یا کسی حافظ کے پیچھے سنو۔ اس لیے کہ جس نے رمضان کے دنوں میں روزے رکھے اور راتوں کو تراویح میں کھڑا رہا۔ تو اس کا نام صائمین اور قائمین کی فہرست میں لکھا جائے گا۔ باقی روزے کے مفصل احکام وغیرہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں اگر چاہو تو ان کی طرف رجوع کرو۔

لہ "روزہ کے فضائل و مسائل پر بڑی جامع اور مستند کتاب "رکن دین" کا حصہ کتاب الصیام اس موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔" (ناشر)

حج کا بیان : ارکان اسلام سے تیسرا رکن حج ہے اور حج عبادتِ بدنیہ بھی ہے اور مالیہ بھی۔ ہر اس شخص پر جس کو جانے کی قدرت ہو، فرض ہے اور حج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کا بڑا وسیلہ ہے اور حج مبرور (جس میں بھلائیاں کی گئی ہوں) کی جزا جنت ہی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ○ (پ۴ ع ۱)

"اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ اس شخص پر جس کو مقدور ہو اور جو شخص کفر (انکار) کرے تو اللہ دنیا جہان والوں سے بیشک بے پرواہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جو استطاعت ہوتے ہوئے بھی روگردانی کرتا ہے۔ کفر کا لفظ اطلاق کیا ہے۔ یعنی جس شخص نے باوصف قدرت کے حج ادا نہ کیا تو گویا وہ کافر ہوا۔ عیاذاً باللہ (اللہ پناہ میں رکھے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ)

"جس نے اللہ کے لیے (خانہ کعبہ) کا حج کیا اور عدول حکمی نہ کی اور اس میں عورت سے باز رہا تو گناہوں سے پاک ہو کر اس طرح لوٹے گا۔ گویا کہ اس کو اس دن ماں نے جنا ہے۔" (یعنی گناہوں سے پاک)

تو اگر تمہیں استطاعت ہے تو اپنے رب کی بارگاہ کی حاضری اور گناہوں کی مغفرت کی جگہوں کی زیارت میں غفلت نہ کرو اور ڈھیل نہ دو۔ تمہیں کیا خبر ہے کہ آئندہ سال تک تمہیں زندہ رہنے کی مہلت دی جائے گی یا نہیں۔ پس جبکہ تم اپنے گھر سے نکلنے کا قصد کر چکے اور اپنے اہل وعیال کو رہنے کا مکان اور کھانے پینے کا نفقہ اور لباس آنا دے چکے جو تمہاری واپسی تک ان کو کافی ہو سکے تو اپنے نفس کو نفسی اور مالی تاوانوں اور حقوق سے آزاد کر لو۔ اور شناسا لوگوں سے وداعی رخصت

لے لو اور حج کے سفر کو آخرت کا سفر سمجھو اور واپس لوٹنے کا خیال اور طمع دل سے نکال لو۔ اور صالح لوگوں کی رفاقت اختیار کرو۔ اور رفیقوں کے ساتھ سفر میں نرمی سے پیش آؤ۔ اور ان کے ساتھ بھلائی کرو اور ان کی پہنچائی ہوئی تکلیف جہاں تک ہو سکے برداشت کرو۔

پس جب میقات[1] پر پہنچو تو

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ (پ ۱۶ ع ۱۰)

"اپنے جوتے اتار ڈالو اس لیے کہ تم وادیٔ مقدس طویٰ میں ہو۔"

یعنی اپنے نفس کی خواہشات اور آرزوؤں کی جوتیاں اتار ڈالو۔ اور اپنے معمولی اور مانوس کپڑے اتار کر کفن پہن لو جس کو احرام کہا جاتا ہے اور اپنے سر کو ننگا کر دو۔ اس لیے کہ حرم رب کی طرف متوجہ ہو اور اپنے گناہوں کی بخشش کی جگہ حاضر ہو رہے ہو اور پوری پاکی کے بعد دو رکعتیں احرام کی پڑھو اور زبان حال اور قال سے کہو:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ؕ

"اے اللہ میں حاضر ہوں (ہاں) میں حاضر ہوں آپ کا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، سب تعریفیں اور ساری نعمتیں آپ ہی کیلئے ہیں اور بادشاہی بھی آپ ہی کی ہے، آپ کا کوئی شریک اور ساتھی نہیں"

گویا کہ تم اپنے پروردگار کے بلانے والے حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہو کہ وہ تمہیں اپنے رب کے گھر میں حاضری کے لیے پکار رہے تھے۔ جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا تھا کہ:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۙ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ۔ (پ ۱۷ ع ۱۱)

"لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ آئیں گے وہ تمہارے پاس پیدل اور سوار ہو کر دبلی اونٹنیوں پر دُور دراز راستے سے تاکہ حاضر ہو جائیں اپنے فائدے کے لیے

---

[1] وہ مقررہ جگہ جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے (مصنف)

اور اللہ کا نام لیں چند معلوم دنوں تک ۔"

تو گویا اب تم ان کے بلاوے کی اس طرح اجابت کر رہے ہو کہ "لبیک! غلام حضور میں حاضر ہے!

پس جبکہ تمہاری نظر کعبۂ معظمہ پر پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ سے ایمان اور نفس و شیطان کی شرارتوں سے امان کا سوال کرو اور بیت اللہ کا سات مرتبہ نہایت عجز اور اپنی ذلت کے اظہار کے ساتھ طریقۂ مسنونہ پر طواف کرو ۔ اور ماثورہ دعائیں پڑھو اور ملتزم سے چپٹ جاؤ اور دامن (غلاف) کعبۂ مکرم پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیر اور بہتری کی دعائیں مانگو اور اپنے گناہوں کو اپنے دل میں یاد کر کے ان پر آنسو بہاؤ اور دو رکعتیں طواف کے مقام (ابراہیم) کے پیچھے پڑھو ۔ اور صفا کی طرف قلب کی صفائی کے ساتھ نکلو اور دونوں مروؤں[1] پر مروت اور اطمینان اور وقار سے دوڑو اور کسی کو اپنی دوڑ میں تکلیف نہ پہنچاؤ ۔ اور اگر تمہیں کوئی ایذا پہنچے تو اس پر صبر کرو ۔

اگر تم مفرد یا قارن ہو تو احرام باندھے ہی رہو اور عرفات کی طرف ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل جاؤ ۔ بہتر یہ ہے کہ پا پیادہ چل کر جاؤ ۔ اس دوران میں لبیک اور دعا اور زاری کے ساتھ ہر وقت مشغول رہو اور جانو کہ عرفات عرصات قیامت کے مثال ہے ۔ جہاں پر سب لوگ ایک میدان میں جمع ہوتے ہیں ۔ بعض ان میں سے ناجی ہیں اور بعض ہلاکت میں پڑے ہوتے ہیں جو ناجی ہے وہ مقبول ہے ۔ اور جو مخذول (رسوا) ہے ۔ وہی ہلاکت میں پڑا ہوا ہے ۔

اور غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف اسی طرح جیسا کہ مذکور ہوا لوٹو اور مزدلفہ میزان (ترازو) اعمال کی طرح ہے ۔ جو قیامت کے دن ہوگا ۔ اور منیٰ میں کنکریاں پھینکنا پلصراط کی مثال ہیں ۔ اگر صراط پر سلامتی سے گزر گئے تو جنت یعنے بیت اللہ الحرام میں امن کی حالت اور طرح طرح کی عزتوں سے معزز ہو کر داخل ہو

---

[1] صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں ۱۲ منہ

گئے، پھر منیٰ میں تین دن ٹھہراؤ اور کنکریاں پھینکنے کے بعد اگر استطاعت ہے تو پہلے دن ایک بکرا ذبح کرو اور سر کے بال منڈاؤ۔ اور اپنے معمولی کپڑے پہن لو، اس میں اپنے نفس امارہ (جو بُری باتوں کا امر کرتا ہے) کے ذبح کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس کا گلا اچھی طرح کاٹ دینا اور اس کو زیادہ تیار اور موٹا نہ بنانا کہ جب تم واپس لوٹو تو یہ نفس کہیں پہلے سے بھی زیادہ موٹا اور خبیث ہو کر نہ لوٹے۔

زیارتِ مدینہ :۔ جب تمہیں ارکان حج سے فراغت ہوئی تو طیبہ طاہرہ (مدینہ منورہ) جانے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس مبارک سفر سے قصد و نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک اور آپ کی معطر و مصفےٰ خوابگاہ کی زیارت ہی ہو۔ اور جاتے وقت سارے راستہ میں ادب کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بہت بہت پڑھتے رہنا اور وہ پہاڑ جو حرمین شریفین کے درمیان واقع ہیں۔ ان کو نہایت عزت اور شرف کی نگاہ سے دیکھنا۔ اس لیے کہ ان پر حضور انور کی نظر مبارک پڑی تھی اور ان کو بے جان اور جامد نہ سمجھنا بلکہ یہ بھی تمہارے ساتھ بادلوں کی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے چل رہے ہیں اور ادب اس میں ہے کہ مدینہ منورہ میں پاپیادہ ننگے پاؤں اپنی نظر کو قدموں پر جما کر داخل ہو جاؤ۔

اور جب مسجد مکرم نبوی کے قریب پہنچو تو طہارت کاملہ اور خوشبو لگانے کے بعد اس میں داخل ہو۔ اور مواجہہ شریف یعنی آنحضرتؐ کے چہرہ شریف کی طرف رُخ کر کے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑے رہو اور کہیں یہ خیال نہ کر بیٹھنا کہ میں حضور انور کی موت کی حالت میں زیارت کر رہا ہوں۔ بلکہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ تمہیں پہچانتے ہیں اور تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں تو خشوع و خضوع اور ادب میں تمہیں نہایت کوشش کرنی چاہیئے۔ اور حضورؐ سے تمہارا سب سے اہم سوال آپ کی شفاعت کا ہی ہونا چاہیے پس کہو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلوٰۃ وسلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول) حضور! میں آپ کی زیارت کے لیے اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے آپ پر ظلم کیے ہوئے ہوں۔ تو آپ میرے رب

سے میرے لیے مغفرت وبخشش طلب کیجئے ۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں آپ ہی کی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ ۵ ع ۶)

" اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔ تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی چاہتے ۔ اور معافی چاہتے ان کے لیے رسولؐ تو ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول فرمانیوالا بڑا مہربان ۔

تو حضور دیکھئے میں بھی آپ کے پاس اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی چاہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ مجھے معافی دلوا دیجئے ۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ ۔ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ
نَفْسِىْ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ ۔ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

" اے ان سب لوگوں سے بہترین! جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن کی گئی ہیں جن کی خوشبو سے چٹیل میدان اور ٹیلے سب خوشبودار ہو گئے ہیں۔ میری روح اس قبر پر قربان ہو۔ جس میں آپ استراحت فرما ہیں۔ اس میں بڑی نفاست اور پاکیزگی ہے اور اس میں جود و کرم کا دریا امنڈ رہا ہے ۔

اور اپنی نظر کو مسجد کی زیب و زینت اور اس کے طلائی نقوش اور اس کی آراستگی میں نہ لگا دو بلکہ اپنے قلب کی نظر ان انوار اور پھولوں میں گاڑ دو جو آپ کے حرم محترم پر برس رہے ہیں۔

اسی طرح آپ کے ہمخواب صاحبین اور دنیا و برزخ و آخرت کے رفیق سیدنا صدیق و سیدنا فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام کہو۔

اور ایک بات ادب کی یہ ہے کہ اپنے جسم کو ان محترم جالیوں سے نہ چپٹا دُ اس لیے کہ وہ مقربین ملائکہ اور عبادِ صالحین کے حاضری کی جگہ ہے ۔ اور طیبہ طاہرہ

(مدینہ منورہ) کے ہمسائگی کے مبارک ایام کو نہایت غنیمت سمجھو اور اس زمانہ میں عبادت اور راتوں کے جاگنے میں بہت کوشش کرو۔

اور دوسرے یادگار مقامات اور قبرستانوں کی زیارت کرو خصوصاً جنت البقیع کے مقابر کی اور اس میں حضرت عثمان ذی النورین کی زیارت اور آل اطہار اور اولاد مطہر اور امہات المؤمنین اور باقی عبادِ صالحین کی زیارت کو بہت غنیمت جانو۔

بقیع میں ایسے خزانے مدفون ہیں جن کی قدر کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور احد اور قبا کے مآثر و مقابر کی زیارت کے لیے بھی جاؤ۔ احد ایسا پہاڑ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا کرتا تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت رکھتے تھے۔ اسی احد میں سید الشہداء (حضرت حمزہؓ) کی تربت ایک خزانہ بے بہا ہے۔ اور اس میں اور شہیدوں کی بھی تربتیں ہیں۔ جن کے قدر اور مرتبے کو اللہ ہی جانتا ہے۔

اسلام کا چوتھا رکن زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے جس کی فرضیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے اور اس سے انکار کرنا بھی مثل اور ارکان کے ارتداد (مرتد ہونا) ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۔ "جو لوگ جمع کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو خوشخبری سنا دیجیے دردناک عذاب کی۔ جس دن وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے داغے جائیں گے ان کے ماتھے اور کروٹیں پہلو اور پیٹھیں (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ اب مزا چکھو اپنے جمع کرنے کا۔" (پ ۱۰ ع ۱۱)

۱؎ حج و زیارت کے مفصل فضائل، مسائل اور اسرار و احکام کتاب الحج (مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب الوری مدظلہ) میں پڑھیے۔ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ (ناشر)

اور حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ۔ (مشکوٰۃ)

"قسم ہے خدا کی البتہ میں اُس سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے"

اور زکوٰۃ اسی پر ہوتی ہے۔ جو مالک نصاب ہو اور نصاب نقد اور زیور اور چوپایوں کا فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اور اے عزیز جانو! کہ مال حقیقت میں سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے تم تو ماذون (اذن دیے گئے) غلام کی طرح سے ہو۔ ماذون غلام کو اسی قدر مال میں تصرف جائز ہے جہاں تک کہ اس کے آقا نے اسے اجازت دے رکھی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تصرف کی اتنی اجازت دی ہے کہ مال کو شرعی طور پر حاصل کرو اور شرعی طور پر خرچ کرو اور یہ بھی اس کا حکم ہے کہ ایک حصہ اس مال میں سے فقراء اور مساکین اور اہل حاجت کو دے دو۔ تو پھر تم اس میں بخل کیوں کرتے ہو تمہیں نہایت خوشی اور فراخدلی سے دے دینا چاہیئے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ وہ تم سے قبول کرتا ہے اس لیے کہ قریب ہی ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کوئی کسی سے کچھ نہ لے گا۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (پ ۴ ع ۹)

"نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال پر جو اللہ نے ان کو دیا ہے اپنی مہربانی سے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے۔ قریب ہے کہ قیامت کے دن طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا اُس چیز کا جس پر انہوں نے بخل کیا تھا۔"

---

[1] زکوٰۃ کے موضوع پر کتاب الزکوٰۃ "رکن دین کا حصہ بہترین کتاب ہے۔ (ناشر)

جب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اور اس نے اپنے فضل سے بغیر تمہاری کسی حقداری کے تم کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک اس پر امین بنایا ہے تو تم اس میں خیانت اور بخل نہ کرو۔ اس لیے کہ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے تم سے چھین کے دوسرے کو دے دے جیسا کہ دوسرے سے لے کے تمہیں دے دیا۔

اور جانو کہ زکوٰۃ کے حکم میں یہ راز ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے صادق اور کاذب بندوں کا امتحان لیتا ہے اس لیے کہ دنیا ایک فتنہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ؕ (پ ۲۸ ع ۱۶)

"تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں۔"

اور اموال اور اولاد کی محبت انسان کے لیے ایک طبعی بات ہے۔ پس جس شخص نے اپنی طبیعت کی مخالفت کی اور مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیا اور اپنے مال کی زکوٰۃ فقراء کو دے دی تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔

اور جس نے اپنی طبع لئیم کی موافقت کی اور اللہ پاک کی دی ہوئی چیزوں میں بخل کرنے لگا۔ اور اللہ نے جو اس پر فرض کیا تھا اس کو ادا نہ کیا تو وہ بڑے گھاٹے میں رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ۝ (پ ۲۰ ع ۱۳)

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ اور ہم نے آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ پس اللہ معلوم کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور معلوم کریگا جھوٹوں کو۔"

نفلی صدقہ: اور ان چیزوں میں سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے نجات دے سکتی ہیں۔ ایک نفلی صدقہ بھی ہے جو محتاج لوگوں کو دیا جاتا ہے اور نجات دہندہ امور میں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا بھی ہے۔ چھوٹا ہو چاہے بڑا، فقیر ہو یا غنی، مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو چاہے حیوان۔ یہاں تک کہ کیڑے مکوڑے پر بھی۔ اور جن

موذی جانوروں کے مارنے کی شرع شریف نے اجازت دی ہے۔ ان کو قتل کیا جائے گا لیکن کسی طرح بھی عذاب دینا یا آگ میں جلانا بالکل روا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ (مشکوٰۃ)

"صدقہ پروردگار کی آتشِ غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔"

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔ (مشکوٰۃ، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

"رحم کرنیوالوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے تم زمین کے بسنے والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔"

اور صدقہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ صدقہ دل کی خوشی کے ساتھ بغیر احسان جتلانے کے اپنے دائیں ہاتھ سے دو۔ اور دینے کے بعد اس شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور روپیہ پیسہ فقیر کو پھینک کر نہ دو بلکہ اپنے ہاتھ پر رکھ کر اُس کے سامنے کر دو۔ تاکہ وہ تمہارے ہاتھ سے لے لے، اور فقیر کا ہاتھ اونچا رہے۔ اس لیے کہ فقیر کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہیں اس بار سے سبکدوش کر دے جس کا تمہیں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اپنے رب کے بھیجے ہوئے کو حقیر نہ بناؤ۔

اگر اس نے خوشی سے لے لیا تو اس کا تم پر احسان ثابت ہوا۔ اور اگر اس نے رد کر دیا اور سوال میں سختی کرنے لگا۔ تو اس کو اپنے کسی قول و فعل سے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔

"معقول بات (کہنا) اور (خطا سے) درگزر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد ستایا ہو اور اللہ غنی و حلیم ہے۔" (پ۳ ع ۴)

اللہ تعالیٰ نے غنی اور حلیم کے کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ

کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنی غنا کے ایسا حلیم ہے جو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے تو اغنیاء پر لازم ہے کہ فقراء کے ساتھ حلم سے پیش آئیں۔

یہ اسلام کے چار ارکان جو ہم نے مختصراً بیان کر دیئے ان کا خوب خیال رکھو اور بیکار سمجھ کر نہ چھوڑ دو۔ کہ ان کے گرنے سے اسلام کی عمارت گر جائے گی۔ عیاذاً باللہ (پناہ بخدا)

اور ان ارکان میں سے ہر ایک کے حدود اور واجبات اور سنتیں اور مکروہات اور مفسدات علم فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ ان کی تعلیم اپنے اوپر لازم رکھو۔ اللہ تمہیں علم نافع اور عمل مقبول نصیب فرمائے۔

فصل

(اعمال قلب اور روح کے بیان میں)

یہ باب ایسا وسیع بحر ہے کہ اس کے ساحل تک توفیق کی رہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت یاب نہیں ہو سکتا۔

جاننا چاہیئے کہ قلب اور روح دو ایسے نام ہیں جو اس باب میں بہت مستعمل ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی ایسا شخص پایا جائے گا۔ جو ان کے معانی اور حدود پر محیط ہو اور اکثر غلطیوں کا منشا ان کے معانی سے ناواقف ہونا ہی ہے۔ جو معنی علمائے ربانیین کے نزدیک ثابت ہے وہ میں تمہیں کھول کر بتا دیتا ہوں۔

اور جو میں بیان کروں گا۔ اس کا اکثر حصہ کتاب "احیاء العلوم" سے مختصر کر کے لیا گیا ہے جس کے مصنف حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور احیاء العلوم اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہماری توصیف سے مستغنی ہے اور علماء نے اس کی تعریف میں کلام کو بہت طول دیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ محی الدین نووی کہتے ہیں کہ قریب ہے کہ احیاء العلوم قرآن ہوتا اور شیخ سقاف عبدالرحمٰن بن محمد علوی کہتے ہیں کہ جس نے احیاء العلوم کا مطالعہ نہیں کیا تو اس میں حیات ہی نہیں۔ اور شیخ عیدروس عبداللہ علوی

کہتے ہیں کہ اگر مُردے بولنے لگیں تو وہ بھی احیاء العلوم کے پڑھنے ہی کا امر کریں۔ اور شیخ علی بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن العلوی کہتے ہیں کہ بسبب اس پوشیدہ راز کے جو احیاء العلوم میں مضمر ہے جو دلوں کو حق تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اگر ایک کافر بھی اس کے اوراق الٹے گا تو مسلمان ہو جائے گا۔

امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ پہلا لفظ قلب ہے اور اس کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے۔ ایک اس صنوبری شکل گوشت کو کہتے ہیں جو بائیں جانب سینہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ ایک خاص گوشت کا ٹکڑا ہے جس کا اندر خالی ہے اور اس خالی جگہ میں سیاہ خون بھرا ہوا ہے اور وہی روح کا منبع اور معدن ہے۔ یہ قلب تو چوپایوں بلکہ مردوں میں بھی موجود ہے اور ہم جبکہ قلب کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ تو ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس کی کوئی قدر نہیں اور یہ عالم ملک شہادت (عالم دنیا) سے ہے۔

دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ ایک ربانی اور روحانی لطیفہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ تعلق ہے اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہے اور یہی انسان میں مدرک اور عالم اور عارف ہے اور یہی مخاطب اور مورد عقاب و عتاب و مطالبہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ علاقہ تو ہے لیکن اکثر لوگوں کی عقلیں اس علاقہ کی وجہ کے سمجھنے میں حیران ہیں۔ اس لیے کہ اس کا تعلق قلب جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کی شرح کو ہم دو وجہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

اوّل تو یہ کہ علوم مکاشفہ سے متعلق ہے اور ہماری غرض اس کتاب میں یہ علوم نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کی تحقیق اس امر کی خواہاں ہے کہ روح کے راز کو افشا کیا جائے اور وہ ایسا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کلام کرنے سے کنارہ کشی فرمائی تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس میں گفتگو کرے۔

مقصود یہ ہے کہ جب ہم قلب کا لفظ اس باب میں لائیں تو اس سے مراد وہی لطیفہ ربانیہ ہے اور دوسرا لفظ روح ہے۔ اس کے بھی دو معنی آتے ہیں۔ ایک ان میں

سے یہ ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جس کا منبع قلب جسمانی کی تجولیف ہے اور پھڑکنے والی رگوں (شرائین) کے ذریعہ تمامی اجزائے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

اور اس کا سارے بدن میں جاری ہونا اور اس کے انوار کا فیض سارے بدن کو پہنچنا اس چراغ کی مثال ہے جس کو گھر کے کونوں میں گردش دی جائے جس سے ہر ایک جگہ پرتوِ نور سے فائز ہو جائے۔

اور وہ ایک لطیف بخار ہے جس کو قلب کی گرمی نے پکایا ہے۔ اور اس معنی کی شرح بیان کرنے سے ہماری غرض وابستہ نہیں یہ کام تو اطباءِ ابدان کا ہے۔ لیکن اطباء دین جو قلب کے اس طرح پر معالج ہیں کہ اس کو قربِ بارگاہ الٰہی میں لے جائیں ان کی غرض اس مذکورہ بالا روح سے متعلق نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ ایک لطیفہ ہے جو انسان میں عالم اور مدرک ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کی شرح ہم نے معانی قلب میں بیان کر دی تھی اور وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے اس قول میں ارادہ فرمایا ہے کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (پ۱۵ ع۱۰) کہہ دیجئے کہ روح پروردگار کے حکم سے ہے۔"

اور وہ ایک ایسا عجیب امر ربانی ہے۔ جس کی حقیقت کی سمجھ سے اکثر عقول اور افہام عاجز ہیں۔ اور قلب کے بہت سے خادم اور لشکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (پ۲۹ ۱۵۴)

"تمہارے رَبّ کے لشکروں کو اس کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔"

اب ہم قلب کے بعض لشکروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور انہیں سے ہماری غرض متعلق اور وابستہ ہے۔

اس کے لشکر پھر دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ ایک ایسا ہے جو آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اور ایک ایسا ہے جو نظرِ عقل کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا۔

اور قلب بادشاہ کی طرح سے ہے اور اس کے لشکر خادموں کا حکم رکھتے ہیں۔ اس کے وہ لشکر جو آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں یہ ہیں۔ ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، زبان اور باقی تمام ظاہری اور باطنی اعضاء یہ سب قلب کے خادم اور اس کے تابع و مسخر ہیں

اور وہ ان میں متصرف ہے۔ اور کوئی اس کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جبکہ وہ آنکھ کو کھلنے کا حکم دیتا ہے تو کھل جاتی ہے اور جب زبان کو گویائی کی اجازت ملتی ہے تو کلام کرنے لگتی ہے۔ اور جب پیر کو چلنے پھرنے کا حکم ملتا ہے تو چلتا پھرتا ہے۔ اسی طرح سے باقی اعضا کو قیاس کر لو۔

اور وہ لشکر جو نظر عقل کے بغیر نہیں دیکھے جا سکتے۔ بعض ان میں سے حواس باطنہ ہیں یعنی سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، چھونا، اور بعض وہ ہیں کہ جو باطنی منازل میں رہتے ہیں یعنی دماغ کی تجاویف میں وہ بھی پانچ ہیں۔ اس لیے کہ انسان جب کسی چیز کے دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ تب بھی اپنے نفس میں اس کی صورت جانتا ہے۔ یہ خیال ہے پھر یہ صورت ایک ایسے سبب کی وجہ سے جو اس کی حفاظت کرتا ہے باقی رہتی ہے اور وہی حافظہ ہے۔ پھر اپنی یادداشت میں فکر کیا جاتا ہے۔ اور بعض اجزائے خیالیہ کو بعض سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر بھولے ہوئے حصہ کو یاد کیا جاتا ہے اور سب معانی محسوسات کو اپنے خیال میں حس مشترک کے ذریعہ اکٹھا کیا جاتا ہے تو اس طرح سے باطن میں یہ قوتیں پائی جاتی ہیں۔ حس مشترک۔ تخیل۔ تفکر۔ تذکر۔ حفظ (انتہیٰ مختصراً)

اور بعض تفکر کی جگہ توہم کہتے ہیں۔

جس طرح سے کہ حواس ظاہریہ قلب کے مطیع ہیں۔ اسی طرح حواس باطنہ بھی قلب کے فرمانبردار ہیں۔ اس جاننے کے بعد جانو کہ قلب ظاہری جز بدن میں ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ ادنیٰ مرض سے بڑا ضرر پاتا ہے اور اس سے بہت ہی کم انسان شفایاب ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے قلب معنوی آفتوں کے عارض ہونے سے ضرر پاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ قلب کے بھی آفات مہلکہ پائے جاتے ہیں اور زبان کے بھی۔

بعض آفات قلبیہ یہ ہیں۔ غضب۔ کینہ۔ حسد۔ حرص۔ طمع۔ کبر۔

اور زبان کی بعض آفتیں یہ ہیں۔ فحش گوئی، گالی دینا، لعن طعن کرنا، بے جا خوش طبعی، تمسخر (ٹھٹھا کرنا) جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی اور یہ سب باتیں مہلکات

ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اب ان الفاظ کے معانی کتاب احیاء العلوم سے ہم تمہارے سامنے بیان کیے دیتے ہیں:۔

غضب: آگ کا ایک شعلہ ہے جو اس آتشِ الٰہی سے لیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ہے جو دلوں تک پہنچ جاتی ہے اور یہ دل کی تہہ میں ایسا چھپا ہوا ہے جیسے راکھ کے نیچے انگارا دبا ہوا ہوتا ہے۔

اور اس آتشِ غضب کو تکبر کا وہ مادہ جو ہر ایک جابر اور جھگڑالو کے دل میں پوشیدہ ہے۔ اور بھی تیز کر دیتا ہے جیسا کہ لوہے سے آگ نکلنے لگتی ہے۔ کینہ اور حسد بھی غضب ہی کے نتائج میں سے ہیں اور ان دونوں کی وجہ سے بہت لوگ خراب اور ہلاک ہوئے۔ اصل میں یہ سب فیض ایک ایسے گوشت کے ٹکڑے (قلب) کا ہے کہ جس کی اصلاح سے سارا بدن اصلاح یاب ہوتا ہے اور جس کے فساد سے سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ غضب کے ذم میں فرماتا ہے کہ:

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پ ۲۶ ع ۱۱)

"جس وقت ٹھان لی کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد تو اللہ نے نازل فرمایا اپنی طرف سے سکون اپنے رسول اور مسلمانوں پر۔"

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ذم اس لیے فرمائی کہ وہ اس ننگ و عار کا مظاہرہ کر رہے تھے جو کہ غضب باطل سے صادر ہوتا ہے اور مومنین کی مدح اس لیے فرمائی کہ ان پر سکون اور قرار نازل فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِیْ بِعَمَلٍ وَّ اَقْلِلْ قَالَ لَا تَغْضَبْ ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (احیاء — بخاری)

"ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے

کسی عمل کا حکم فرمایئے لیکن جو بہت ہی کم ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم غصہ مت کرو۔ اس نے پھر یہ سوال دہرایا، آپ نے پھر فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لِيْ قَوْلًا وَّ اَقْلِلْهُ لَعَلِّيْ اَعْقِلُهٗ فَقَالَ لَا تَغْضَبْ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ كُلُّ ذٰلِكَ يَرْجِعُ اِلَيَّ لَا تَغْضَبْ۔ (احیاء — ابو یعلی)

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ فرمایئے مگر جو بہت ہی کم ہو تاکہ میں سمجھ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کر۔ میں نے دو مرتبہ پھر اسی سوال کو دہرایا، آپ ہر ایک مرتبہ فرماتے رہے کہ غصہ مت کرو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

اَنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يُنْقِذُنِيْ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (احیاء — طبرانی)

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے کیا چیز اللہ کے غضب سے چھڑا سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم غضب ناک نہ ہو۔"

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ۔ (احیاء — ابن ابی الدنیا)

"جس نے اپنے غضب کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

عکرمہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ سید وہ ہے جس پر غضب غالب نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہونا چاہتے ہو تو اپنے غضب اور غصہ کو پی لیا کرو۔ اور انہی لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (پ ۴ ع ۵)

"یہ (لوگ) غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے (خطا) درگزر کرنے والے ہیں۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ كَفَّ غَضَبَہٗ كَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ (احیاء۔ طبرانی۔ بیہقی)

"جس نے اپنا غصہ روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک دے گا۔"

کینہ اور حسد: جاننا چاہیے کہ حسد کینہ کا نتیجہ ہے اور کینہ غضب کا ثمرہ ہے تو حسد غضب کے فرع کا فرع ہے اور غضب اس کا اصل الاصل ہے اور حسد کے بھی اتنے بہت بڑے فروع ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور حسد کی برائی میں بہت سی حدیثیں وارد ہو چکی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (احیاء۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

"حسد نیکیوں اور بھلائیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی (جلا دیتی) ہے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ (احیاء۔ متفق علیہ)

"حسد نہ کرو اور تعلقات نہ توڑو اور ایک دوسرے کے پیچھے برا بھلا نہ کہو۔ اور اے اللہ کے بندو سب آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

ثَلَاثٌ لَا يَنْجُوْ مِنْهُنَّ اَحَدٌ اَلظَّنُّ وَالطِّيَرَةُ وَالْحَسَدُ وَسَاُحَدِّثُكُمْ بِالْمَخْرَجِ مِنْ ذٰلِكَ اِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تُحَقِّقْ وَاِذَا تَطَيَّرْتَ فَامْضِ وَاِذَا حَسَدْتَ فَلَا تَبْغِ۔ (احیاء۔ ابن ابی الدنیا۔ طبرانی)

"تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ بدگمانی، بدفالی اور حسد (اور آپ فرماتے ہیں کہ) میں تمہیں ان سے چھٹکارے کی راہ بتلا دوں۔ جب گمان کرو تو اسے یقین اور حقیقت نہ بناؤ۔ اور بدفالی کو خیال میں بھی نہ لاؤ اور حسد کرو تو ظلم نہ کرو اور حق سے برگشتہ نہ ہو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ وَالْبَغْضَةُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ حَالِقَةُ الشَّعْرِ وَلٰكِنْ حَالِقَةُ الدِّيْنِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَنْ تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثْبِتُ ذٰلِكَ لَكُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ (احیاء۔ ترمذی)

"پچھلی امتوں کی بیماری تم میں بھی سرایت کر گئی ہے (یعنی) حسد اور بغض۔ اور بغض مونڈنے والا ہے۔ (آپ فرماتے ہیں) کہ میرا یہ مقصد نہیں کہ بال مونڈنے والا ہے بلکہ دین کو مونڈنے والا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں ایسی بات سے تمہیں آگاہ نہ کر دوں جو تمہارے لیے ان دونوں باتوں کو لازم کر دے (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام بہت بہت کہا کرو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا وَكَادَ الْحَسَدُ أَنْ يَغْلِبَ الْقَدَرَ

"قریب ہے کہ فقر کفر کو پہنچ جائے اور قریب ہے کہ حسد قدر (تقدیر الٰہی) پر غالب ہو جائے۔" (احیاء۔ بیہقی وغیرہ)

بخل اور مال کی محبت۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (پ ۲۸ ع ۱۴)

"اے ایمان والو! غافل نہ بنائیں تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے اور جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ خسارہ (ٹوٹے) میں پڑے ہوئے ہیں۔"

اور ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (پ ۱۶۴)

" تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (آزمائش) ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

حُبُّ الْمَالِ وَالشَّرَفِ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ (احیا)

"مال اور جاہ کی محبت نفاق کو دل میں اس طرح اگاتی ہے۔ جیسے پانی سبزہ کو اگاتا ہے۔"

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ أُرْسِلَا فِي زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِأَكْثَرَ إِفْسَادًا فِيْهَا مِنْ حُبِّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ وَالْجَاهِ فِي دِيْنِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ۔ (احیا۔ ترمذی۔ نسائی)

" دو خونخوار بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں، وہ اتنا زیادہ فساد (نقصان) نہیں پہنچا سکتے جتنا کہ جاہ و مال کی محبت ایک مسلمان کے دین کو پہنچا سکتی ہے۔

حرص اور طمع کی برائی اور قناعت کی مدح کا بیان

جاننا چاہیے کہ فقر اچھا ہے۔ لیکن چاہیے کہ ———— فقیر قانع ہو یعنی لوگوں سے طمع کو توڑے ہوئے ہو۔ لوگوں کے مال و دولت کی طرف التفات نہ کرتا ہو اور مال کے حاصل کرنے میں (چاہے وہ حلال اور حرام کسی صورت سے بھی ہو) حریص نہ ہو۔ اور یہ امور بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خورد و نوش کی چیزوں میں اور بود و باش میں قدر ضروری پر قناعت کی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغَى لَهُمَا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ۔ (احیاء متفق علیہ)

" اگر ابن آدم کے پاس سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں (گھاٹیاں) بھی ہوتیں تو پھر بھی وہ تیسری وادی کی خواہش رکھتا۔ اور ابن آدم (انسان) کے پیٹ کو مٹی کے بغیر کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔"

ابو واقد لیثی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اِنَّا اَنْزَلْنَا الْمَالَ لِاِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَلَوْ کَانَ لَہٗ الثَّانِیْ لَاَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمَا الثَّالِثُ وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ

(احیاء۔ احمد و بیہقی)

"اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نماز پر قائم رہنے اور زکوٰۃ دینے کے لیے مال کو اتارا ہے اور اگر ابن آدم کے پاس ایک سونے کی وادی ہوتی تب بھی وہ چاہتا کہ دوسری ہو اور اگر دوسری وادی بھی ہوتی۔ تو اس کی پھر تمنا ہوتی کہ تیسری بھی ہو۔ ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔"

بخل کی برائی کا بیان :۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (پ۲۸ ع ۴)

"اور جو شخص محفوظ رکھا جائے اپنے نفس کے بخل سے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اور ارشاد ہے کہ:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ہُوَ خَیْرًا لَّہُمْ بَلْ ہُوَ شَرٌّ لَّہُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (پ۴ ع ۹)

"نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال پر جو ان کو اللہ نے دیا ہے اپنی مہربانی سے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے برا ہے۔ قیامت کے دن جس پر انہوں نے بخل کیا تھا۔ اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّہٗ اَہْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَہُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا

دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ (احیاء - ابوداؤد، نسائی وغیرہ)

"بخل سے بچو کہ اس بخل نے ہلاک کر دیا۔ ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے۔ اسی بخل نے ان کو اس بات پر برانگیختہ کیا تھا۔ کہ انہوں نے خونریزیاں کیں اور محارم (حرام شدہ چیزوں) کو حلال کر دیا۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ (احیاء)

"تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ ایسا بخل جو تابع بنا دے۔ ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے۔ اور خود بینی۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ وَلَا الْمُتَفَحِّشَ وَاِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الشُّحُّ اَمَرَهُمْ بِالْكِذْبِ فَكَذَبُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالظُّلْمِ فَظَلَمُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا۔

(احیاء ص۲۲ - حاکم)

"ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن ظلمات (اندھیریاں) بن جائیگی۔ اور فحش سے بچو اس لیے کہ اللہ تعالےٰ فاحش اور متفحش (اپنا پردہ در) کو پسند نہیں کرتا اور بخل سے بچو کہ تم سے پچھلی قوموں کو بھی بخل ہی نے ہلاک کیا تھا۔ اسی بخل نے ان کو جھوٹ کا امر کیا تو جھوٹ بولنے لگے۔ اور ظلم کا حکم کیا تو ظلم کرنے لگے۔ اور صلہ رحمی کے قطع کرنے کو کہا تو قطع کرنے لگے۔"

ریا کی برائی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۔ (پ۳۰ ع۲۲۴)

"ویل (خرابی) ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں یعنی وہ

جو ریا کرتے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ٥ (پ ۱۶ ع ۴)

"جو شخص اپنے رب کے ملنے کی اُمید رکھے تو چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

حِيْنَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْمَ النَّجَاةُ فَقَالَ اَنْ لَّا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ يُرِيْدُ بِهَا النَّاسَ ۔

"جس وقت ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس بات میں ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے جس میں لوگوں کا ارادہ رکھتا ہو۔"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ :

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لِمَلٰٓئِكَتِهٖ اِنَّ هٰذَا لَمْ يُرِدْنِيْ بِعَمَلِهٖ فَاجْعَلُوْهُ فِيْ سِجِّيْنٍ ٥ (احیاء ۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ)

"اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو کہے گا کہ اس نے اپنے عمل سے میرا ارادہ نہ کیا تھا اس کو سجین (جہنم) میں دھکیل دو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (احیاء ۔ بیہقی)

"میں تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے ؟"

حضورؐ نے فرمایا کہ : قَالَ الرِّيَاءُ ۔ وہ ریا ہے۔ (احیاء ۔ بیہقی)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قِيْلَ وَمَا هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ أُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ۔ (احیاء۔ ترمذی)

"اللہ سے پناہ مانگو جُبِّ حزن سے ۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ جُبِّ حزن کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم کی ایک وادی ہے جو ریاکار قاریوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

کبر کی بُرائی کے بیان میں

کبر قلب کے مرضوں میں سب سے بُرا ہے۔ اس کے بارہ میں حق تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں :۔

سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (پ ۹ ع ۷)

"عنقریب پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو بغیر حق کے زمین پر تکبر کرتے ہیں۔"

اور فرمایا کہ :

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (پ ۲۴ ع ۹)

"اللہ تعالیٰ متکبر سرکش کے پورے دل پر اسی طرح مُہر لگا دیتا ہے۔"

اور فرمایا کہ :

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ (پ ۱۳ ع ۱۵)

"اور پیغمبروں سے فتح مانگی اور ناامید و ناکام ہوا ہر سرکش ضدی۔"

اور ارشاد ہے کہ :

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝ (پ ۱۴ ع ۹)

"اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (پ ۲۴ ع ۱۱)

"بیشک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے وہ عنقریب داخل ہونگے

جہنم میں ذلیل بن کر۔"

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔

"جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اور دوزخ میں وہ شخص داخل نہ ہوگا۔ جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔" (احیاء - مسلم)

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَلْقَيْتُهٗ فِيْ جَهَنَّمَ وَلَا اُبَالِيْ۔ (احیاء - مسلم، ابوداؤد)

"اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریاء (بڑائی) میری چادر ہے اور عظمت (بزرگی) میرا تہبند[1] ہے۔ پس جس شخص نے ان دونوں کے بارہ میں مجھ سے جھگڑا کیا تو اس کو میں دوزخ میں ڈال دوں گا اور مجھے پرواہ نہ ہوگی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ غَفَلَ وَسَهَا وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ عَبْدٌ عَتَا وَبَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَاَ وَالْمُنْتَهٰى۔ (احیاء - مسلم)

"بُرا ہے وہ بندہ جس نے سرکشی اور غرور کیا اور اس نے خداوند کبیر و برتر کو بھلا دیا اور بُرا ہے وہ بندہ جس نے غفلت برتی اور مقابر (گورستان) اور اپنے بوسیدہ ہونے کو بھول گیا اور بُرا ہے وہ بندہ جس نے گردن کشی اور بغاوت کی اور اپنے مبداء اور منتہیٰ کو بھلا دیا۔"

اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

---

[1] یعنی یہ دونوں چیزیں میرے لیے خاص ہیں۔ ۱۲ منہ

اَهْلُ النَّارِ کُلُّ جَعْظَرِیٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَکْبِرٍ جَمَّاعٍ مَّنَّاعٍ وَاَهْلُ الْجَنَّۃِ الضُّعَفَاءُ الْمُقِلُّوْنَ۔

"اہل نار یہ لوگ ہیں ہر ایک بدخو۔ اکڑنے والا متکبر۔ جمع کرنے والا (مشرکو) اور منع کرنے والا (خیر سے) اور اہل جنت یہ لوگ ہیں۔ ضعیف، درویش اور تھوڑی چیز پر قناعت کرنے والے۔"

فصل

(آفاتِ زبان کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ زبان کا خطرہ بڑا ہے اور خاموشی کے بغیر اس خطرہ سے نجات کی کوئی راہ نہیں۔ اسی لیے شرع شریف نے خاموشی کی تعریف فرمائی ہے۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ صَمَتَ نَجَا (احیاء - طبرانی)

"جو چپ رہا وہ نجات یاب ہوا۔"

اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ:

اَلصَّمْتُ حِکْمَۃٌ وَّقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ (احیاء — دیلمی، بیہقی)

"خاموشی دانائی ہے اور بہت ہی کم لوگ اس پر عمل پیرا ہیں۔" یعنی خاموشی میں ہی بڑی حکمتیں اور دور اندیشیاں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ یَّتَکَفَّلُ لِیْ بِمَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَرِجْلَیْہِ اَتَکَفَّلُ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ۔ (احیاء، بخاری)

"جو شخص اپنے دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیانی اعضاء کا میرے لیے ضامن بنتا ہے تو جنت کے لیے میں اس کا ضامن ہوتا ہوں۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ وُقِیَ شَرَّ قَبْقَبِہٖ وَذَبْذَبِہٖ وَلَقْلَقِہٖ فَقَدْ وُقِیَ الشَّرَّ کُلَّہٗ۔ (احیاء دیلمی)

"جو اپنے قبقب اور ذبذب اور لقلق کے شر سے محفوظ رہا تو گویا وہ ساری برائیوں سے بچ گیا۔"

قبقب پیٹ ہے۔ ذبذب اندام نہانی اور لقلق زبان ہے۔ انہی تین کی خواہشوں سے اکثر لوگ ہلاک ہوتے ہیں۔ (خدا ہم کو ان کے شر سے بچاوے بحرمۃ سید العباد و آلہ الامجاد)

فحش۔ گالی بکنا بکواس اور بدگوئی یہ سب چیزیں بُری ہیں اور ان سے منع کیا گیا اور ان کا منبع خباثتِ نفس اور شامتِ طبع ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِیَّاکُمْ وَالْفُحْشَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ (احیاء-حاکم)

"فحش سے بچو کہ اللہ تعالیٰ فحش اور تفحش (اپنی پردہ دری) کو پسند نہیں کرتا۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ

"مومن بعن طعن کرنیوالا اور فاحش اور بدگو نہیں ہوتا۔" (احیاء-حاکم)

اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلْجَنَّۃُ حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ فَاحِشٍ اَنْ یَّدْخُلَھَا۔ (احیاء-ابن ابی الدنیا)

"جنت ہر ایک فاحش شخص پر حرام ہے کہ اس میں داخل ہو سکے۔"

انسان حیوان اور جمادات سب پر لعنت بُرا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَجُلٌ یَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعِیْرٍ فَلَعَنَ بَعِیْرَہٗ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ لَا تَسِرْ مَعَنَا عَلٰی بَعِیْرٍ مَلْعُوْنٍ۔ (احیاء - ابن ابی الدنیا)

"ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کو لعنت کی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا!

ہمارے ساتھ ملعون اونٹ پر نہ چل۔"
(اس سے مقصد اس کو اس فعل سے روکنا تھا۔)
ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ:
مَا لَعَنَ اَحَدٌ الْاَرْضَ اِلَّا قَالَتْ لَعَنَ اللّٰہُ اَعْصَانَا بِاللّٰہِ۔
"کوئی شخص جب زمین کو لعنت کرتا ہے تو زمین اس کے جواب میں کہتی ہے کہ ہم میں اللہ کی لعنت اس پر ہو جو اللہ کا زیادہ نافرمان ہے۔

شعر کا بیان

شعر ایک کلام ہے اس میں جو اچھا ہو وہ بہتر ہے اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہے مگر اسی کا ہو رہنا سخت ناپسندیدہ ہے۔

خوش طبعی

اصل میں بُری ہے۔ ہاں تھوڑی سی خوش طبعی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ مزاح خوش طبعی ہی ہے جس سے قلب کو مسرت اور نشاط حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ جائز ہے اور جو ممنوع ہے۔ وہ افراط ہے یا اس پر مداومت کرنا ہے۔ اس لیے کہ افراط کرنے سے ہنسی زیادہ ہوگی اور زیادہ ہنسی سے قلب پر مردگی چھا جاتی ہے۔ اور اس سے بعض اوقات کینہ بھی پیدا ہوتا ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:
اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ لِیُضْحِکَ بِھَا جُلَسَآءَہٗ یَھْوِیْ بِھَا فِی النَّارِ اَبْعَدَ مِنَ الثُّرَیَّا۔
"جو شخص ایسی باتیں کیا کرتا ہے جس سے اس کا مقصد ہم نشینوں کو ہنسانا ہی ہوتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے آگ میں گھسیٹا جائے گا ثریا سے بھی زیادہ دور۔"

ٹھٹھا اور تمسخر

یہ بھی حرام ہیں جہاں کہ ان سے ایذا رسانی ہوتی ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ۔ (پ ۲۶ ع ۱۴)
"اے ایمان والو! تمسخر نہ کیا کرے ایک قوم سے دوسری قوم سے کیا بعید ہے کہ وہ

(جن پر ہنستے ہیں) بہتر ہوں ان (ہنسنے والوں) سے۔ اور نہ عورتیں تمسخر کریں دوسری عورتوں سے کیا عجب ہے کہ وہ بہتر ہوں ان سے۔"

اور سخریہ کے یہ معنی ہیں کہ کسی کی اہانت کی جائے اور اس کو ذلیل کیا جائے اس طرح سے کہ لوگ اس پر ہنسیں۔

جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا

یہ بدترین گناہوں اور فاحش ترین عیبوں میں سے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّہٗ مَعَ الْفُجُوْرِ وَھُمَا فِی النَّارِ (احیاء۔ ابن ماجہ و نسائی)

"جھوٹ سے بچو کہ جھوٹ فجور کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دونوں دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْکَذِبَ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ النِّفَاقِ (احیاء۔ ابن عدی)

"جھوٹ ایک دروازہ ہے منافقی کے دروازوں میں سے۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَلْکَذِبُ یَنْقُصُ الرِّزْقَ (احیاء۔ ابو الشیخ)

"جھوٹ رزق کو گھٹاتا ہے۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ التُّجَّارَ ھُمُ الْفُجَّارُ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَیْسَ قَدْ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ قَالَ نَعَمْ وَلٰکِنَّھُمْ یَحْلِفُوْنَ فَیَاْثَمُوْنَ وَ یُحَدِّثُوْنَ فَیَکْذِبُوْنَ۔ (احیاء۔ احمد و حاکم)

"تجارت پیشہ لوگ فاسق ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو جائز نہیں فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا بیشک جائز فرمایا ہے لیکن یہ لوگ (بےضرورت) قسمیں کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں

اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

ثَلَاثَةٌ نَفَرٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ اَلْمَنَّانُ بِعَطِيَّتِهٖ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهٗ (احیاء مسلم)

"تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا اور ان پر نظر رحمت نہ ڈالے گا۔ ایک تو وہ جو کچھ دے کر احسان جتاتا ہو۔ اور دوسرا وہ جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی پونجی بیچتا ہو۔ اور تیسرا وہ جو اپنا تہبند یا شلوار (حد شرعی سے) نیچے چھوڑ دیتا ہو۔ (جو ٹخنہ کو ڈھانک لے)

غیبت حق تعالیٰ نے غیبت کی برائی کو اپنی کتاب (قرآن مجید) میں ظاہر فرمایا ہے اور غیبت کرنے کو مردار کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ (پ ۲۶ ع ۱۴)

"اور نہ غیبت کیا کرے تم میں سے ایک دوسرے کی۔ بھلا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ گوشت کھائے اپنے مرے ہوئے بھائی کا، سو یہ تو تم مکروہ سمجھتے ہو۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ وَالْغِيْبَةُ تَتَنَاوَلُ الْعِرْضَ۔ (احیاء۔ مسلم)

"مسلمان کی ہر ایک چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے یعنی اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی آبرو۔ اور غیبت آبروہی سے لیتی ہے۔"

ابو برزہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَغْتَبْ

تُبَاغَضُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (احیاء۔ متفق علیہ)

"آپس میں حسد نہ کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور بھاؤ نہ بڑھاؤ (یعنے بغیر ارادہ خریدنے کے تاکہ دوسرا نہ لے سکے) اور پس پشت باتیں نہ بناؤ۔ اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ اور اے بندگانِ خدا آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو۔"

جابرؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِيَّاكُمْ وَالْغِيْبَةَ فَاِنَّ الْغِيْبَةَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا فَاِنَّ الرَّجُلَ قَدْ يَزْنِيْ وَيَتُوْبُ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ حَتّٰى يَغْفِرَ لَهٗ صَاحِبُهٗ۔ (احیاء۔ ابن ابی الدنیا)

"تم غیبت سے بچو کہ غیبت زناکاری سے بھی زیادہ سخت اور بری ہے کیونکہ آدمی بعض وقت زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنیوالے کو نہیں بخشا جاتا جبتک کہ جس کی غیبت کی گئی ہے وہ اسے نہ بخشدے۔"

براءؓ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ سنایا یہاں تک کہ عورتوں نے اپنے گھروں میں سن لیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِقَلْبِهٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ فِيْ جَوْفِ بَيْتِهٖ۔ (احیاء۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ)

"اے ان لوگوں کی جماعت جو زبان سے ایمان لا چکے ہو لیکن دل سے ایمان نہیں لائے ہو۔ (خطاب تھا منافقین کی طرف) مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو۔ اور ان کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ اس لیے کہ جو شخص اپنے بھائی کے پوشیدہ امور میں پڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ باتوں

میں پڑے گا اور جس کی پوشیدہ باتوں میں اللہ جل وعلا پڑا تو اسے گھر کے اندر بھی رسوا و خوار کرے گا۔"

جابرؓ کہتے ہیں کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيْرٍ فَاَتٰى عَلٰى قَبْرَيْنِ يُعَذَّبُ صَاحِبَاهُمَا فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَغْتَابُ النَّاسَ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ فَدَعَا بِجَرِيْدَةٍ رَطْبَةٍ اَوْ جَرِيْدَتَيْنِ فَكَسَرَهُمَا ثُمَّ اَمَرَ بِكُلِّ كِسْرَةٍ فَغُرِسَتْ عَلٰى قَبْرٍ وَقَالَ اَمَا اِنَّهُ سَيُهَوَّنُ مِنْ عَذَابِهِمَا مَا كَانَتَا رَطْبَتَيْنِ اَوْ مَا لَمْ يَيْبَسَا۔ (احیاء - ابن ابی الدنیا)

"ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ آپ دو قبروں پر تشریف فرما ہوئے کہ جن میں مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب تو دیا جا رہا ہے لیکن کسی بڑی بات میں نہیں (یعنی جس کو بڑی بات نہیں سمجھا جاتا) ان میں ایک تو ایسا تھا جو لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اور دوسرا اپنے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اس کے بعد آپ نے ایک سبز ٹہنی منگائی یا دو ٹہنیاں منگائیں اور ان دونوں کو توڑا پھر آپ نے فرمایا کہ ہر ایک ٹہنی کے ٹکڑے کو ہر ایک قبر پر گاڑھ دیا جائے۔ پس وہ گاڑھ دی گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تک ان ٹہنیوں میں تری باقی ہے۔ ان کے عذاب میں تخفیف اور آسانی ہوگی (یا یہ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں)

چغلی کھانا

حق تعالیٰ نے مقام ذم میں (ولید بن مغیرہ کے بارے میں فرماتا ہے کہ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ ○ وہ طعنے دینے والا چغلیاں کھانے والا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○ بدخو اور ان سب کے بعد زنیم (حرامزادہ) بھی ہے۔ (پ ۲۹ ع ۳)

عبداللہ ابن مبارک کہتے ہیں کہ زنیم ولد الزنا کو کہتے ہیں جو کسی بات کو نہ

چھپائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو بات کو نہیں چھپاتا اور چغلیاں کھاتا رہتا ہے تو یہ صفت اس کی اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے کہ وہ ولد الزنا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (پ ۳۰ ع ۲۹)

" ویل (خرابی) ہے ہر ایک سخن چین اور ہمزہ (عیب جو) کے لیے۔

کہا گیا ہے کہ ہمزہ کے معنے چغلخور ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ (احیاء۔ متفق علیہ)

" جنت میں چغلخور داخل نہیں ہوگا۔"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (احیاء۔ متفق علیہ)

" جنت میں قتات داخل نہیں ہوگا۔"

اور قتات چغل خور کو کہتے ہیں۔ اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اَحَبُّكُمْ اِلَى اللّٰهِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوَطَّئُوْنَ اَكْنَافًا الَّذِيْنَ يَأْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَى اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاِخْوَانِ الْمُلْتَمِسُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَثَرَاتِ۔

(احیاء۔ طبرانی)

" تم میں سے محبوب ترین اللہ کو وہ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے ہیں اور اپنے پڑوسیوں کی تکلیف برداشت کرنے والے ہیں اور دوسروں سے محبت والفت رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ ان سے (ان کی خوش خوئی کی وجہ سے) محبت کرتے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ ہیں چغلخوری کے در پے ہونے والے بھائیوں اور دوستوں میں تفرقہ ڈالنے والے اور پرہیزگاروں کی چھوٹی موٹی لغزشوں کے پیچھے پڑنے والے۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشِرَارِكُمْ قَالُوْا بَلَىٰ قَالَ، اَلْمَشَّاءُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفْسِدُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَيْبَ۔ (احیاء۔ احمد)

"کیا تم میں جو سب سے بُرے ہیں وہ میں تمہیں نہ بتلا دوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا چغلخوری کے درپے ہونے والے دوستوں میں فساد ڈالنے والے۔ پرہیزگاروں کا عیب ڈھونڈھنے والے۔"

شکم پُری

جاننا چاہیے کہ مہلکات میں انسان کے لیے سب سے زیادہ ہلاک کرنے والی پیٹ کی خواہش ہے۔ اسی کے سبب حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام عالمِ راحت (جنّت) سے اس ذلت و احتیاج کی دنیا میں نکالے گئے جبکہ ان دونوں کو ایک پیڑ کے قریب جانے سے روک دیا گیا تھا۔ تو ان پر ان کی خواہش نے غلبہ پایا یہاں تک کہ وہ اس سے کچھ کھا بیٹھے بس

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا۔ (پ ۹۶)

"کھُل گئیں ان پر ان شرمگاہیں۔"

اور پیٹ حقیقت میں سب خواہشوں کا سرچشمہ اور سب بیماریوں اور آفتوں کا منبع ہے۔ اسی کے بعد اندام نہانی کی خواہشیں بڑھتی ہیں اور مقاربت کی شہوت ہوتی ہے۔ مقاربت اور طعام کی خواہش کے بعد جاہ و جلال اور مال کی رغبت زور پکڑتی ہے۔ اس لیے کہ یہی دونوں مطعومات اور منکوحات میں عیاشی اور وسعت کے وسیلے ہیں۔ مال اور جاہ و جلال کے بڑھانے کے پیچھے طرح طرح کی رعونتیں اور خود آرائیاں اور حسد ظاہر ہوتے ہیں۔ ان سے پھر ریا کی آفت اور فخر کی مصیبت نمودار ہوتی ہے اور بڑائی (تکبر) کی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ کینہ اور عداوت اور بغض کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ پھر یہ چیزیں اس کو سرکشی اور فسق و فجور تک پہنچا دیتی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب نتیجے پیٹ کے ہی بسر خود چھوڑ دینے کے ہیں اور پیٹ بھرتے اور سیر ہونے سے یہ ساری خرابیاں اور نافرمانیاں

صادر ہوتی ہیں اور اگر بندہ اپنے نفس کو بھوکا رکھ کر ذلیل کرے اور اس پر شیطان کے راستے بند کر دے تو یقیناً خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری میں فروتنی برتے اور نافرمانی اور سرکشی پر جادہ پیمانہ ہو سکے۔

بھوک کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ:

جَاهِدُوا أَنْفُسَكُمْ بِالْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَإِنَّ الْأَجْرَ فِي ذٰلِكَ كَأَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلٍ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جُوْعٍ وَعَطَشٍ۔ (احیاء)

"اپنے نفس سے بھوک اور پیاس کی صورت میں مجاہدہ (جنگ) کرو۔ اس کا اجر بھی ایسا ہے جیسا کہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے کا اور خدا کے نزدیک بھوک اور پیاس سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں۔"

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ مَلَكُوْتَ السَّمَاءِ مَنْ مَلَأَ بَطْنَهُ (احیاء)

"جس نے اپنا پیٹ بھر لیا ہے۔ وہ ملکوت السماء (عالم ارواح) میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ قَلَّ مَطْعَمُهُ وَضِحْكُهُ وَرَضِيَ بِمَا يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ۔ (احیاء)

"یا رسول اللہ! لوگوں میں بہترین کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا کھانا اور ہنسنا کم ہو۔ اور اپنے اتنے لباس پر کہ جس سے ستر عورت ہو سکے راضی و قانع ہو۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

سَيِّدُ الْأَعْمَالِ الْجُوْعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوْفِ (احیاء)

"سب اعمال کی سردار بھوک ہے اور نفس کی ذلت اونی کپڑے پہننے میں ہے (جو موٹے اور معمولی ہوں)

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:
اِلْبَسُوْا وَ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا فِیْ اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ فَاِنَّهٗ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (احیاء)
"پہنو اور کھاؤ اور پیو آدھے پیٹ میں کہ یہ صفت اجزاءِ نبوت میں سے ہے۔"
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:
اَلْفِکْرُ نِصْفُ الْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ الطَّعَامِ هِیَ الْعِبَادَةُ (احیاء)
"فکر کرنا (صنع الٰہی میں) نصف عبادت ہے۔ اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔"
حضرت حسنؓ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے کہ:
اَفْضَلُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ اَطْوَلُکُمْ جُوْعًا وَّ تَفَکُّرًا فِی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاَبْغَضُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کُلُّ نَئُوْمٍ اَکُوْلٍ شَرُوْبٍ۔ (احیاء)
"تم سب میں بہتر اور افضل از روئے مرتبہ کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ ہے جو تم سب سے زیادہ بھوکا رہتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فکر کیا کرتا ہو۔ اور تم سب میں بدترین اور مبغوض حق تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ ہے جو زیادہ سوتا ہو اور ڈٹ کر کھاتا ہو اور زیادہ پیتا ہو۔"

فصل

(نجات دہندہ امور کے بیان میں)

پہلی پہلی منزل منجیات (نجات دہندہ امور) میں توبہ کی ہے۔ اور گناہوں سے تائب ہو کر ستار العیوب اور علام الغیوب کی طرف رجوع کرنا ہی سالکین کے راستہ کی ابتداء ہے اور فائزین کا سرمایہ اور ارادت مندوں کا پہلا قدم اور برگشتگان کے استقامت کی کنجی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ دیدارِ الٰہی سے کوئی چیز محروم کرنے والی نہیں مگر یہ باتیں خواہشوں کا تابع ہونا۔ اس جہانِ فانی سے انس و محبت، اور ان چیزوں کی محبت میں اوندھا ہو کر گر پڑنا۔ جن سے الگ رہنا ضروری ہے۔

اور لقاءِ الٰہی کی طرف قریب کرنے والی کوئی چیز نہیں مگر یہ صفتیں۔ اس دُنیا کی زیب و زینت سے قلب کے علاقے توڑ دینا اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔

اور اس کے انس و شفقت کی طلب میں اس کا ذکر کرتے رہنا اور اس کی محبت میں اس کے جلال و جمال کی معرفت میں بقدر اپنی طاقت کے مستغرق رہنا۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پ ۱۸ ع ۱۰)

"اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔ اور یہ حکم عام ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا۔ (پ ۲۸ ع ۲۰)

"اے وہ لوگو! جو تم ایمان لا چکے ہو اللہ کی طرف توبہ کرو توبۃ النصوح"۔

توبۃ النصوح وہ توبہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ (پ ۲ ع ۱۲)

"اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں کو اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلتَّائِبُ حَبِيبُ اللهِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

"توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو"۔ (احیاء - ابن ماجہ و ابن ابی الدنیا)

" لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِي أَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتّٰى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَرْجِعُ إِلٰى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَامُ حَتّٰى أَمُوْتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَشَرَابُهُ فَاللّٰهُ تَعَالٰى أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ - (احیاء ۔ مسلم)

" حق تعالیٰ مومن بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ جو کسی ہولناک ویران بیابان میں جا رہا ہو اس کے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس کے اوپر اس کے کھانے اور پینے کا سامان ہو۔ پھر اس نے اپنا سر رکھا اور تھوڑی دیر سو گیا۔ پھر جب جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری چلی گئی ہے، وہ اس کو ڈھونڈنے لگا۔ یہاں تک کہ گرمی تیز ہو گئی اور اس کو گرمی اور پیاس کی تکلیف نے سخت عاجز کیا تو کہنے لگا کہ اُسی جگہ چل کر پھر سو جاتا ہوں تاکہ مر جاؤں۔ اسی مرنے کے ارادہ سے وہ اپنی کلائی سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اچانک دیکھتا ہے کہ اُس کی سواری موجود ہے جس پر سارا توشہ اور کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا ہے۔ (تو حضورؐ فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اس شخص کو اپنی سواری دیکھتے وقت ہوئی ہوگی۔"

بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ:

مِنْ شِدَّةِ فَرَحِهٖ إِذَا أَرَادَ شُكْرَ اللّٰهِ أَنَا رَبُّكَ وَأَنْتَ عَبْدِي

" اس شخص نے (اپنی سواری کو دیکھ کر) جب حق تعالیٰ کے شکر کا ارادہ کیا تو غایت خوشی میں یوں کہہ بیٹھا کہ " اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔"

صبر

اے عزیز! جاننا چاہیے کہ ایمان کے دو حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا حصہ شکر ہے جس طرح کہ احادیث میں وارد ہو چکا ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے دو صفتیں ہیں۔ اور اسمائے حسنیٰ میں سے دو نام ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام صبور اور شکور بتلایا ہے۔ صبر اور شکر کی حقیقت سے جاہل رہنا گویا ایمان کے دونوں حصوں سے جاہل رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صابرین کی بہت صفتیں بیان فرمائی ہیں اور قرآن مجید میں صبر کو کچھ اوپر ستر جگہ ذکر کیا ہے اور اکثر مدارج سعادت اور نیکیوں کو صبر ہی کی طرف منسوب کیا ہے اور اُن کو صبر کا ثمرہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ حق جل وعلا کا ارشاد ہے کہ:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (پ۲۱ ع۱۶)

"اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔"

اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا (پ۹ ع۶)

"اور پورا ہوا نیک وعدہ تمہارے رب کا بنی اسرائیل پر اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ۱۴ ع۱۹)

"جن لوگوں نے صبر کیا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ہم ان کو ضرور اس کا بدلہ اور عوض دیں گے۔"

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰ ع۹)

"یہی ہیں جن کو ان کا دُہرا اجر دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔"

اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا فرمودہ ہے کہ:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (پ۲۳ ع ۱۶)

"بیشک صابرین کو ان کا اجر بے حساب (بے اندازہ) دیا جائے گا۔"

پس کوئی بھی عبادت سوائے صبر کے ایسی نہیں جس کا اجر اندازہ اور حساب سے نہ ہو اور اس سبب سے کہ روزہ صبر کے اقسام سے ہے بلکہ نصف ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (مشکوٰۃ)

"روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (پ۱ ع ۲)

"صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ (احیاء۔ ابو نعیم والخطیب)

"صبر نصف ایمان ہے۔"

اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

سُئِلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِیْمَانِ فَقَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارہ میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "ایمان صبر اور جوانمردی ہے۔" (احیاء۔ طبرانی و ابن حبان)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اَلصَّبْرُ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ (احیاء)

"صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔"

وَسُئِلَ مَرَّةً مَا الْاِیْمَانُ فَقَالَ الصَّبْرُ (احیاء۔ دیلمی)

اور ایک مرتبہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ

نے فرمایا کہ صبر ہے۔"

یہ آپ کے اس قول کے مشابہ ہے کہ "اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ" (حج عرفہ ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے خط میں جو ابو موسیٰ اشعری کو لکھا گیا تھا یہ پایا گیا ہے کہ "صبر کو لازم پکڑو۔"

جاننا چاہیے کہ صبر دو قسم پر ہے۔ ایک قسم ان میں سے دوسرے سے افضل ہے۔ ایک مصیبتوں میں صبر کرنا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اس سے افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کل حرام کی ہوئی چیزوں سے کیا جائے۔

اور جاننا چاہیے کہ صبر ایمان کی جڑ ہے۔ یہ اس لیے کہ تقویٰ سب نیکیوں سے افضل ہے اور تقویٰ صبر ہی سے ہوتا ہے۔

شکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (پ ۲ ع ۲)

"پس تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں گا تم کو اور میرا احسان مانو اور ناشکری نہ کرو۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ (پ ۵ ع ۱۸)

"تم کو عذاب دے کر اللہ کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان پر قائم رہو۔"

اور فرماتا ہے کہ:

وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ (پ ۴ ع ۶)

"ہم جزا (خیر) دیں گے شکر کرنے والوں کو"

اور حق تعالیٰ نے ابلیس لعین کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: کہ (وہ کہتا ہے):

لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (پ ۸ ع ۹)

"میں بھی ضرور بیٹھوں گا (ان کی تاک میں) تیری سیدھی راہ پر۔"

کہا گیا ہے کہ وہ راہ شکر ہی کی ہے۔ اور شکر کے بلند مرتبے کے سبب شیطان لعین نے بھی باری تعالیٰ کی خلقت انسان میں اس طرح طعنہ دیا کہ:

وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شَاکِرِیْنَ۔ "تو نہ پائے گا اکثر بنی آدم کو شکر گزار"۔ (پ ۹ ع ۹)
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:
وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ "میرے بندوں میں شکر گزار بہت تھوڑے ہیں"۔ (پ ۲۲ ع ۸)
اور ارشاد ہے کہ:
لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ "اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو میں تمہیں بڑھا دوں گا"۔ (پ ۱۳ ع ۱۴)
اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو میں تمہیں بڑھا دوں گا"۔
اس ارشاد میں کوئی استثنا نہ فرمائی جیسا کہ اپنے اس قول میں فرمائی ہے کہ:
وَیَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ (پ ۲ ع ۱۰)
"اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے"۔ اور ارشاد ہے کہ:
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ (پ ۵ ع ۱۵)
"بخشے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے"۔ کہ ان میں استثناء ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ (شکر گزار کھانے والا روزہ دار کے برابر ہے۔ (احیاء۔ بخاری) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ساری رات اٹھ کر روتے رہے تو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے عرض کیا کہ:
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ساری رات اٹھ کر روتے رہے تو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے عرض کیا کہ:
قَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ مَا يُبْكِيْكَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (احیاء۔ ابن حبان وغیرہ)
"آپ کو کون سی چیز رلا رہی ہے آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ ۱۴ ع ۸)
"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو گے تو شمار نہ کر سکو گے"۔

جاننا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی نعمتیں بندہ پر اس قدر ہیں جو حساب و شمار میں نہیں آسکتیں اور اگر ہم صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے وہ ذکر کریں جن سے انسان کا بدن قائم ہے تو بھی بیان نہ کرسکیں۔ مثلاً یہ کہ جگر کو قلب اور دماغ کی طرف کیسا احتیاج ہے اور ان اعضائے رئیسہ میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف کیسے محتاج ہے اور پھڑکنے والی رگیں (شرائین) قلب سے چھوٹ کر اور شاخ در شاخ ہو کر سارے بدن میں کیسے پھیل گئی ہیں اور ان کے واسطے سے غذا کیسے پہنچتی ہے اور اعضاء کی ساخت و ترکیب کس طرح ہوئی ہے اور ہڈیاں اور مچھلیاں۔ رگیں اور تانتیں اور شبدان اور چپنی ہڈیاں اور رطوبتیں کتنی اور کیسی ہیں۔ اگر ان کی تفصیل کی جائے گی تو کلام بہت طویل ہو جائے گا اور ان سب چیزوں کی طرف انسان کھانے اور بہت سی باتوں کے بارہ میں نہایت محتاج ہے بلکہ انسان میں ہزاروں مچھلیاں اور رگیں اور پٹھے چھوٹائی اور بڑائی اور پتلے پن اور موٹائی میں مختلف موجود ہیں اور ان کے اقسام بھی بعض کے زیادہ اور بعض کے کم ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چھوٹی سی چیز بھی ایسی نہیں کہ جس میں ایک یا دو یا تین یا چار دس تک بلکہ اس سے بھی زیادہ حکمتیں اور فائدے موجود نہ ہوں اور یہ سب تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اگر ان سب میں سے ایک بھی ہلتی ہوئی رگ ٹھہر جائے یا ایک بھی ساکن رگ متحرک ہو جائے تو بیچارے انسان کی جان پر آبنے۔

پس پہلے پہل حق تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف نظر غور سے دیکھو تاکہ پھر اچھی طرح شکر ادا کرسکو مگر تم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اور کسی کو نہیں جانتے۔ جانتے ہو تو صرف کھانے ہی کو۔ حالانکہ یہ سب سے خسیس تر ہے اور اگر کچھ جانتے ہو تو بس یہی کہ جب بھوکے ہوتے ہو تو کھانے لگتے ہو۔ اتنا تو گدھا بھی جانتا ہے کہ بھوک کے بعد کھایا جاتا ہے۔ اور جب تھک جاتا ہے تو سو جاتا ہے اور جب شہوت ہوتی ہے تو جماع کرتا ہے اور اٹھنا چاہتا ہے تو اٹھ جاتا ہے اور دولتیاں مارنے لگتا ہے تو تم بھی جب اپنے نفس سے اتنا جانتے ہو جتنا کہ

گدھا جانتا ہے تو خود ہی کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کی شکر گزاری کیسے کر سکتے ہو جن کی طرف نہایت اختصار سے ابھی ہم نے اشارہ کیا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دریاؤں میں سے ایک دریا کا ایک قطرہ لیا گیا ہے۔ اب خداوند تعالیٰ کے قول کو یاد کر کے تصدیق کرو کہ بیشک اور بجا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (پ ۱۴ ع ۸)

"اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو شمار میں نہ لا سکو۔"

اس بارہ میں جو ہم نے کلام کو طوالت دی ہے اس سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ خداوند تعالیٰ کی ساری وہ نعمتیں جو بدن انسان میں ہیں ہم نے اپنے بیان میں گھیر لی ہیں۔ بلکہ مراد خواب غفلت سے بیدار کرنا اور چونکانا ہے اور شکر الٰہی کو ہر لحظہ دہرانے اور تازہ کرنے کے لیے اتنا کہا گیا ہے۔ اگر تم زیادہ تفصیل چاہو تو کتاب احیاء العلوم دیکھو۔

خوف اور امید کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (پ ۲۴ ع ۳)

"اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ تَعَالٰى (احیاء مسلم)

"کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اچھا گمان رکھتا ہو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق جل وعلا کا ارشاد ہے کہ:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْيَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ (احیاء۔ ابن حبان)

"میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں پس گمان رکھے مجھ پر جیسا چاہے۔"

اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع میں تشریف لے گئے۔

فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ فَقَالَ أَجِدُنِي أَخَافُ ذُنُوْبِي وَأَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّي فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعَا فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ مَا رَجَا وَأَمَّنَهُ مِمَّا يَخَافُ

" آپ نے فرمایا کہ اپنے کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے گناہوں سے تو ڈر رہا ہوں اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت میں دو باتیں کسی بندے کے قلب میں جمع نہ ہوں گی مگر خداوند تعالیٰ اس کو عطا کرے گا وہ چیزیں جس کی وہ امید رکھتا تھا اور امن میں رکھے گا اسے ان چیزوں سے جن سے وہ ڈرتا تھا۔" (احیاء ۔ ترمذی و نسائی)

رجاء (اُمید) کے بارہ میں اتنی آیتیں اور حدیثیں وارد ہو چکی ہیں جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا۔ بعض آیتیں لکھی جاتی ہیں: آیتے شریفہ:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ (پ ۲۴ ع ۲)

" (کہہ دو اے نبیؐ) اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیگا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اور ایک قراءۃ میں ہے کہ حضورؐ نے اس طرح پڑھا کہ " ولا یبالی" یعنے اسے کوئی پرواہ نہیں (اگر وہ سب گناہ بخش دے) بیشک وہ غفور و رحیم ہے۔ اور ارشاد ہے کہ:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (پ ۲۵ ع ۱)

"فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور بخشش اور معافی مانگتے ہیں زمین کے رہنے والوں کے لیے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آگ (دوزخ) کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے تیار کیا ہے اور اپنے اولیاء (دوست بندوں) کو تو صرف اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ (پ ۲۳ ع ۱۶)

ان کے لیے (دوزخیوں کے لیے) اُن کے اوپر سے آگ کے سائبان ہیں اور ان کے نیچے سے بھی مثل سائبان کے۔ یہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔"

اور ارشادِ الٰہی ہے کہ:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (پ ۴ ع ۵)

"ڈرو اس آگ سے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَا عَذَابَ عَلَيْهَا فِی الْاٰخِرَةِ عَجَّلَ اللّٰهُ عِقَابَهَا فِی الدُّنْيَا الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ دَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقِيْلَ هٰذَا فِدَاكَ مِنَ النَّارِ۔ (احیاء۔ ابوداؤد وابن ماجہ)

"میری امت بخشی ہوئی امت ہے۔ اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا عقاب یہیں دنیا میں بھیج دیا ہے۔ یعنی فتنے اور زلزلے۔ پس جبکہ قیامت کا دن ہوگا۔ تو میری امت سے ہر ایک شخص کو ایک شخص اہل کتاب میں سے دے دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے تمہارا فدیہ ہے۔"

حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی اُمت کے بارہ میں اپنے رب سے سوال کیا۔ اس طرح سے کہ فرمایا کہ :

" یَارَبِّ اجْعَلْ حِسَابَهُمْ اِلَیَّ لِئَلَّا یَطَّلِعَ عَلٰی مَسَاوِیْهِمْ غَیْرِیْ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ هُمْ اُمَّتُكَ وَهُمْ عِبَادِیْ وَاَنَا اَرْحَمُ بِهِمْ مِنْكَ لَا اَجْعَلُ حِسَابَهُمْ اِلٰی غَیْرِیْ لِئَلَّا تَنْظُرَ اِلٰی مَسَاوِیْهِمْ اَنْتَ وَلَا غَیْرُكَ ۔ (احیاء)

" اے میرے پروردگار! ان کا (میری اُمت کا حساب وکتاب، مجھے ہی سپرد کیا جائے تاکہ کوئی اور ان کی برائیوں سے مطلع نہ ہوسکے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ " اگر وہ اُمت تمہاری ہے تو بندے میرے ہیں اور میں تم سے زیادہ ان پر رحیم اور کریم ہوں ۔ میں اپنے ماسوا کسی کے حوالے ان کا حساب نہیں کرتا تاکہ آپ خود یا آپ کے علاوہ بھی کوئی اور ان کی برائیوں کو نہ دیکھ سکے ۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ " میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہے ۔ حیات تو یوں کہ میں تمہارے لیے فوز و فلاح کے طریقے اور سنتیں مقرر کرتا ہوں اور تمہارے لیے شریعت بناتا ہوں اور موت یوں کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں ۔ پس ان میں جو میں اچھا دیکھتا ہوں تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرا نظر آتا ہے تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی طلب کرتا ہوں ۔"

خوف

خوف کے فضائل اس کثرت سے وارد ہو چکے ہیں ۔ جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا اور فضیلت خوف میں اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوف رکھنے والوں کے لیے یہ ساری فضیلتیں جمع فرما دی ہیں یعنی ہدایت، رحمت، علم اور اپنی خوشنودی اور یہی باتیں مقامات جنت کو لے لینے والی ہیں ۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ - (پ ۹ ع ۹)

"یہ (کلام مجید) ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔"

اور ارشادِ الٰہی ہے کہ:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (پ ۲۲ ع ۱۶)

"اللہ کے بندوں میں، اس سے (اللہ سے) علماء ہی ڈرتے ہیں۔"

ان کو خوف وخشیت کے سبب ہی وصفِ علم سے ممتاز فرمایا۔ اور حق جلّ وعلا کا ارشاد ہے کہ:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ - (پ ۳۰ ع ۲۳)

"اللہ ان سے راضی رہیگا اور وہ اللہ سے راضی رہیں گے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔"

خوف کا ثمرہ پرہیزگاری اور تقویٰ ہے اور ان کی فضیلت میں جو وارد ہو چکا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ آخرت کا نام ہی تقویٰ پڑگیا ہے اور تقویٰ کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے جس طرح سے کہ "حمد" اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور "صلوٰۃ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہیں۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

"حمد اسی کے لیے ہے جو پروردگار ہے تمام جہان کا اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو اور ان کی تمام آل پر۔"

اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تقویٰ کو اپنی طرف نسبت دے کر خاص فرما لیا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ

"اللہ کو ان کے (قربانی کے جانوروں کے) گوشت یا ان کے خون نہیں پہنچتے لیکن اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔" (پ ۱۷ ع ۱۲)

اور تقویٰ رُک جانے سے عبارت ہے کہ جو خوف کا مقتضیٰ ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (پ ۲۶ ع ۱۴)

"تم سب میں اللہ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے"

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اوّلین و آخرین کو تقویٰ کی وصیت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ۔ (پ ۵ ع ۱۶)

"ہم نے وصیت کی تھی ان لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور تم کو بھی (وصیت کی جاتی ہے) اس بات کی کہ اللہ سے ڈرو۔"

اور فرمایا کہ:

وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (پ ۴ ع ۹)

"مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تقویٰ کی فضیلت میں کہ:

اِذَا جَمَعَ اللّٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ فَاِذَا ھُمْ بِصَوْتٍ یُسْمِعُ اَقْصَاھُمْ کَمَا یُسْمِعُ اَدْنَاھُمْ فَیَقُوْلُ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ اَنْصَتُّ لَکُمْ مُنْذُ خَلَقْتُکُمْ اِلٰی یَوْمِکُمْ ھٰذَا فَاَنْصِتُوْا اِلَی الْیَوْمَ اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ تُرَدُّ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ نَسَبًا وَجَعَلْتُمْ نَسَبًا فَوَضَعْتُمْ نَسَبِیْ وَرَفَعْتُمْ نَسَبَکُمْ قُلْتُ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ وَاَبَیْتُمْ اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا

فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ وَ فُلَانٌ اَغْنٰی مِنْ فُلَانٍ فَالْیَوْمَ اَضَعُ نَسَبَکُمْ وَاَرْفَعُ نَسَبِیْ اَیْنَ الْمُتَّقُوْنَ فَیُرْفَعُ لِلْقَوْمِ لِوَآءٌ فَیَتْبَعُ الْقَوْمَ لِوَآئُھُمْ اِلٰی مَنَازِلِھِمْ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (احیاء، تمام)

"جب کہ خداوند تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا۔ تو وہ ایک ایسی آواز سنیں گے کہ قریب و بعید سب کو سننے میں یکساں ہو گا۔ پھر خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ اے لوگو! جب سے میں نے تم کو پیدا کیا ہے آجتک میں تم سے خاموش رہا ہوں۔ تو آج تم میرے لیے خاموش رہو۔ تاکہ تمہارے اعمال تمہارے سامنے پیش کیے جائیں۔

اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا تھا اور ایک تم نے مقرر کیا تھا۔ تو تم نے میرے نسب کو پست کیا اور اپنے گھڑے ہوئے نسب کو بلند کر دیا میں نے تو یہ کہا تھا کہ تم میں زیادہ مکرم اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ فلاں فلانے کا بیٹا ہے۔ اور فلاں فلانے سے زیادہ غنی ہے پس آج میں تمہارے نسب کو پست کرتا ہوں اور اپنے مقرر کیے ہوئے نسب کو بلند کرتا ہوں۔ کہاں ہیں پرہیزگار! (کہہ کر پکارا جائیگا) پھر اس قوم کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے اپنی اپنی منزلوں کو پہنچیں گے اور جنت میں بغیر حساب و کتاب داخل ہوں گے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

رَأْسُ الْحِکْمَۃِ مَخَافَۃُ اللّٰہِ۔ (احیاء۔ بیہقی)

"حکمت کا سر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو فرمایا تھا کہ:

اِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَلْقَانِیْ فَاَکْثِرْ مِنَ الْخَوْفِ بَعْدِیْ۔ (احیاء)

"اگر تمہارا ارادہ ہے کہ مجھ سے ملو تو میرے بعد زیادہ خائف رہو۔"

حضرت فضیلؒ کہتے ہیں کہ " جو اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ خوف ہی اس کو سب نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ " میں اللہ تعالیٰ سے جس دن ڈرا تو اس دن میں نے ایک ایسا دروازہ حکمت اور عبرت کا کھلا پایا کہ میں نے اُسے کبھی نہ دیکھا تھا۔"

اور حضرت یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ کوئی مومن کسی بُرائی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ اس کے بعد دو نیکیاں اس کو لاحق ہوتی ہیں (۱) عقاب کا خوف (۲) عفو کی امید۔ جس طرح سے کہ ایک لومڑی دو شیروں کے درمیان گھری ہوئی ہو۔"

اسی طرح سے ذکر الٰہی کی اتنی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں اور ذکر کو خائفین ہی کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (پ ۳۰ ع ۱۴)

" ذکر وہی کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے۔"

اور ارشاد ہے کہ:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (پ ۲۷ ع ۱۳)

" جو اپنے ربّ کے سامنے (بروز حشر) کھڑے ہونے سے ڈرے اُسے دو باغ عطا ہوں گے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِیْ لَا اَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَهٗ اَمْنَیْنِ فَاِنْ اَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاِذَا خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَمَّنْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (احیاء۔ ابن حبان)

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہ کروں گا۔ اسی طرح سے دو امن بھی جمع نہ کروں گا۔ اگر دنیا میں وہ مجھ سے بے خوف رہا ہے تو قیامت کے دن میں اُسے ڈراؤں گا اور اگر دنیا میں وہ مجھ سے خوف میں رہا ہے تو قیامت کے دن اس کو

بے خوف اور امن میں رکھوں گا۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ خَافَ اللّٰہَ تَعَالٰی خَافَہٗ کُلُّ شَیْئٍ وَمَنْ خَافَ غَیْرَ اللّٰہِ خَوَّفَہُ اللّٰہُ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ (احیاء۔ ابن حبان وابن الدنیا)

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے۔ اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے ڈراتا ہے۔"

زہد اور فقر کے بیان میں

حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔

"(مالِ فے) ان فقیروں اور محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے ہیں۔" (پ ۲۸ ع ۴)

(ان کے اوصاف بیان فرمانے کے بعد کہا گیا ہے کہ "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" "یہی لوگ سچے ہیں۔")

اور ارشاد ہے کہ:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ۔ (پ ۳ ع ۵)

"(حق) ان فقیر اور ناداروں کا ہے جو اللہ کی راہ میں (دشمنوں کے نرغے میں) گھرے ہوئے ہیں جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کلام مقام مدح میں ارشاد فرمایا ہے۔ پھر خاص ان کے فقر کی صفت کو ہجرت اور احصار (گھرے ہوئے ہونے) کی صفتوں سے مقدم رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ:

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ فَقَالُوْا مُوْسِرٌ مِّنَ الْمَالِ یُعْطِیْ حَقَّ اللّٰہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ۔

"لوگوں میں کون بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ مالدار جو اللہ تعالیٰ کا حق اپنی جان و مال سے ادا کرتا ہو"

حضورؐ نے فرمایا کہ:

نِعْمَ الرَّجُلُ ھٰذَا وَلَیْسَ بِہٖ قَالُوْا فَمَنْ خَیْرُ النَّاسِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ فَقِیْرٌ یُعْطِیْ جُھْدَہٗ۔ (احیاء — دیلمی)

"یہ آدمی بھی اچھا ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر بتلاؤ" انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! پھر کون بہتر ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "وہ فقیر جو (اللہ کی راہ میں) سعی اٹھاتا ہو اور کوشش کرتا ہو۔"

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو فرمایا تھا کہ:

اِلْقَ اللّٰہَ فَقِیْرًا وَلَا تَلْقَہٗ غَنِیًّا۔ (احیاء — حاکم وطبرانی)

"خدا سے فقیری کی حالت میں ملو غنی ہو کر نہ ملو۔"

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ (احیاء - ابن ماجہ)

"اللہ تعالیٰ فقیر کو دوست رکھتا ہے جو پرہیزگار ہو اور جو بال بچوں والا ہو۔"

اور ایک مشہور حدیث میں ہے کہ:

یَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِیْ الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَائِھَا بِخَمْسِ مِاَۃِ وَفِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا۔ (احیاء - ترمذی - مسلم)

"میری امت کے فقراء مالداروں سے پانچسو برس پہلے جنت میں داخل ہونگے"

اور ایک دوسری حدیث میں چالیس سال آیا ہے۔

اور حق تعالیٰ نے قارون کے قصہ میں فرمایا ہے کہ:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝

"قارون نکلا اپنی قوم پر آرائش میں، کہنے لگے وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کے مالک تھے کہ اے کاش ہم کو بھی ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے۔ بیشک وہ بڑا صاحب نصیب ہے اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم عطا کیا گیا تھا کہ وائے تم پر! اللہ کا ثواب بہتر ہے اُس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک اعمال کیے۔ اور یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔" (پ ۲۰ ع ۱۰)

اللہ تعالےٰ نے زہد کی نسبت علماء کی طرف فرمائی ہے اور زاہدوں کو وصف علم سے ممتاز فرمایا ہے اور یہ انتہائی تعریف ہے۔

اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا۔ (پ ۲۰ ع ۹)

"یہی ہیں جن کو ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ (پ ۲۵ ع ۴)

"جو شخص طالب ہو آخرت کی کھیتی کا، بڑھا دیں گے ہم اُس کے لیے اُس کھیتی میں۔ اور جو طالب ہو دنیا کی کھیتی کا ہم اس کو دے دیں گے کچھ اس میں سے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔"

اور جاننا چاہیے کہ دنیا کی محبت مہلکات میں سے ہے اور دنیا کا بغض نجات دینے والے امور میں سے ہے اور یہی معنی ہیں زہد کے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنْ اَصْبَحَ وَهَمُّهُ الدُّنْيَا شَتَّتَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَفَرَّقَ

عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ اَصْبَحَ وَهَمُّهُ الْاٰخِرَةُ جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ هَمَّهُ وَحَفِظَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ۔ (احیاء ۔ ابن ماجہ و ترمذی)

" جو شخص صبح کو اس حال میں اٹھتا ہے کہ اُسے دنیا کا فکر لگا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے کام کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اور اس کے روزگار اور پیشہ کو تباہ کر دیتا ہے اور افلاس و احتیاج سے اس کو دوچار کر دیتا ہے اور پھر بھی دنیا میں سے اس سے زائد تو اُسے ملنے کا نہیں جو اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے اور جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کو آخرت ہی کا خیال اور فکر دامنگیر اور پیش نظر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات کو آسان کر دیتا ہے اور اس کے روزگار و پیشہ کی حفاظت کرتا ہے! اور اس کے قلب کو غنی بنا دیتا ہے۔ اور دنیا بھی خوار ہو کر اس کے پاس کھنچی چلی آتی ہے۔"

توکّل کے بیان میں

اللہ تعالیٰ توکل کی مدح میں فرماتا ہے کہ :

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (پ۶ ع ۸)

" اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو "

اور فرمایا کہ :

عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (پ۱۳ ع ۱۴)

" اللہ ہی پر توکل کریں توکل کرنے والے۔

اور فرمایا ہے کہ :

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (پ۲۸ ع ۱۷)

"جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ ہی اس کو کافی ہے۔"

اور حق تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ (پ۴ ع ۸)

"اللہ تعالیٰ توکل رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

اور اس مقام و مرتبے کو بہت ہی بڑا سمجھنا چاہیئے کہ جس میں اللہ تبارک تعالیٰ اس مقام والے سے محبت کرتا ہے اور اس کی ہست و نیست کا کفیل اور ضامن ہوا ہے۔ پس جس شخص کا اللہ تعالیٰ محب اور کفیل، اور رعایت رکھنے والا ہو تو وہ نہایت بڑی کامیابی کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے کہ محبوب کو نہ عذاب دیا جاتا ہے اور نہ اس کی دُوری گوارا کی جا سکتی ہے۔ اور نہ اس سے پردہ کیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔" (پ۲۴ ع ۱)

"کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے؟"

پس جو شخص غیر خدا سے کفایت و کفالت کا طالب ہے۔ تو وہ توکل کا تارک ہے اور اس آیت مبارکہ کو جھٹلا رہا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اُرِیْتُ الْاُمَمَ فِی الْمُوْسَمِ فَرَاَیْتُ اُمَّتِیْ قَدْ مَلَؤُا السَّہْلَ وَالْجَبَلَ فَاَعْجَبَتْنِیْ کَثْرَتُہُمْ وَھَیْاَتُہُمْ فَقِیْلَ اَرَضِیْتَ قُلْتُ نَعَمْ قِیْلَ وَمَعَ ھٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ قِیْلَ: مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ فَقَامَ عُکَّاشَۃُ وَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ۔ (احیاء ـ ابن منیع و شیخین)

"میں نے سب اُمتوں کو جبکہ وہ جمع کی گئی تھیں دیکھا (شبِ معراج میں) اور اپنی امت کو میں نے اس کثرت میں پایا کہ اس نے پہاڑوں اور میدانوں کو بھر لیا تھا۔ مجھے ان کی کثرت (بہتات) اور ہیئت پسند آئی۔ پس مجھے کہا گیا کہ کیا راضی ہو گئے؟" میں نے کہا "ہاں" کہا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار اور بھی جنت میں بغیر حساب کتاب داخل ہوں گے۔ حضورؐ سے عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہؐ؟ حضورؐ نے فرمایا، "وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے، اور بدفالی نہیں لیتے، اور گنڈے اور جھاڑ وغیرہ نہیں کرتے بس اپنے پروردگار ہی پر توکل کرتے ہیں۔" عکاشہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس جماعت میں کر دے (جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کو ان میں سے کر دے۔" پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر عرض کیا کہ "یا رسول اللہ میرے لیے بھی دعا فرمایئے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اس معاملہ میں عکاشہ سبقت لے گئے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔ (احیاء ـ ترمذی و حاکم)

"اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ جیسا کہ حق ہے توکل کا، تو تمہیں بھی اسی طرح سے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام ہوتی ہے تو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَنِ انْقَطَعَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ مُؤْنَةٍ وَّ

رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنِ انْقَطَعَ إِلَى الدُّنْيَا وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَيْهَا۔ (احیاء ۔۔ طبرانی وغیرہ)

"جو شخص سارے علاقے توڑ کر اللہ ہی کا ہو لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اسباب معیشت اور تکالیف کے لیے کافی ہوگا اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائیگا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو شخص سب باتوں کو چھوڑ کر دنیا ہی کا ہو گیا تو اللہ اس کو دنیا ہی کی طرف سونپ دیتا ہے۔"

محبّتِ الٰہی کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ محبت الٰہی ہی مقاماتِ عالیہ کا منتہائے عروج اور درجاتِ رفیعہ کا انتہائی بلند پایہ ہے۔ مقام محبت تک رسائی کے بعد جو مقامات آتے ہیں وہ سب اس کے تابع اور اس کے ثمر ہوتے ہیں مثلاً شوق، انس، رضا اور ان جیسے اور۔

اور محبت سے قبل جو مقامات ہیں وہ بھی مقام محبت کے مقدمات ہوتے ہیں مثلاً توبہ، صبر، زہد اور ان جیسے اور۔"

بعض علماء نے محبت کے یہ معنی کہے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مواظبت اور ہمیشگی کرنا ہی محبت ہے۔" حقیقتاً محبت کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ پایا جانا تو محال ہے اس لیے کہ وہ تو ہم جنس اور مثال سے ہو سکتی ہے۔

اس پردہ کا اٹھانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اُمتِ مرحومہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے بھلا جس چیز کا سرے سے وجود نہ ہو اس کو اُمت پر کیونکر فرض کیا جاتا ہے۔ اور محبت کے معنی طاعت کہنا بھی ٹھیک نہیں، اس لیے کہ طاعت تو محبت کا ثمرہ اور اس کی تابع ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ محبت طاعت سے پہلے پائی جائے اور اصل میں بھی یہی ہے کہ پہلے محبت ہوتی ہے اس کے بعد طاعت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اثبات محبت پر آیات اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں، (مومنین کی شان میں

یہ آیت نازل ہوئی ہے) کہ :

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (پ ۶ ع ۱۲)

" اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔"

اور دوسری آیت میں ہے کہ :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (پ ۲ ع ۴)

" جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ کی محبت بہت زیادہ ہے۔"

یہ آیت کریمہ اثبات محبت پر بھی دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی کہ محبت کے درجوں میں تفاوت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو شروطِ ایمان میں سے گردانا ہے۔ چنانچہ ابو رزین عقیلی نے جب کہا کہ :

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْكَ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ (احیاء ۔ احمد)

" یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تمہیں اللہ اور اس کے رسولؐ ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔"

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ (احیاء ۔ متفق علیہ)

" تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کے ماسوا سب سے زیادہ محبت نہ رکھے۔"

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :

لَا یُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَمِنْ نَفْسِهٖ۔ (احیاء ۔ متفق علیہ)

" کوئی بندہ کمالیت ایمان کا درجہ نہیں پا سکتا جب تک کہ مجھ سے اسے اپنے اہل و عیال اور اپنے مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو۔ ایک روایت

یں ہے کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ۔"

بھلا کیونکر نہ ہو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ (پ ۱۰ ع ۹)

" کہہ دیجیے (اے حبیب) کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا خوف کرتے ہو اور حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو زیادہ عزیز ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو منتظر رہو تاکہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔"

اور یہ کلام مقام تہدید و ملامت میں کہا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت کا امر فرمایا ہے کہ:

اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ اِيَّايَ۔ (احیاء ترمذی)

" خدا سے محبت رکھو اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں میں سے کھلاتا ہے اور مجھ سے بھی محبت رکھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ سے محبت ہے۔"

روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّكَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَقَالَ اِسْتَعِدَّ لِلْبَلَاءِ۔ (احیاء ترمذی)

" یا رسول اللہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ فقر کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پھر اس نے کہا کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو پھر مصیبت اور بلا کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے مصعب بن عمیر کو سامنے آتے ہوئے دیکھا، ان پر ایک دنبے کی کھال تھی جس کو انہوں نے اوڑھ کر اپنی کمر پر باندھ لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ

بَيْنَ اَبَوَيْهِ يَغْذُوَانِهِ بِاَطْيَبِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَدَعَاهُ
حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلٰى مَا تَرَوْنَ ۔ (احیاء — ابونعیم)

" اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو خداوند تعالیٰ نے منور و روشن کر دیا ہے میں نے اس کو اس کے والدین کے پاس دیکھا تھا ۔ وہ اسے نہایت اچھا کھانا پینا دیتے تھے ۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول کی محبت نے اسے اس حد تک پہنچا دیا ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو ۔"

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ :

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ اِذْ جَاءَهُ لِقَبْضِ رُوْحِهٖ هَلْ رَاَيْتَ خَلِيْلًا يُمِيْتُ خَلِيْلَهٗ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ هَلْ رَاَيْتَ مُحِبًّا يَكْرَهُ لِقَاءَ حَبِيْبِهٖ فَقَالَ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ اَلْاٰنَ فَاقْبِضْ ۔ (احیاء)

" حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت روح قبض کرنے کے آیا تو آپ نے کہا کہ کیا کوئی خلیل (دوست) اپنے خلیل کو مارتا ہے ! اللہ تعالےٰ نے ان پر وحی کی کہ کیا کوئی محب اپنے حبیب کے دیدار کو مکروہ (ناپسند) جانتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرتا ہے ؟ تب حضرت خلیل ؑ نے کہا کہ اے ملک الموت اب میری روح قبض کر لے ۔"

اور ایسے جذبہ کو اپنے دل میں کوئی نہیں پا سکتا مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے قلب کی گہرائیوں تک پاتا ہو ۔ تو وہ جب یہ جان لیتا ہے کہ موت دیدار اور لقا کا سبب ہے ۔ تو اس کا دل موت کے لیے اچھل پڑتا ہے اور موت کے علاوہ کوئی چیز اس کی محبوب نہیں رہتی تاکہ اس کی طرف التفات کرے ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ ۔ (احیاء)

"یا اللہ مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جو تم سے محبت کرتا ہے اور ان چیزوں کی محبت جو تمہاری محبت کو قریب کر سکیں نصیب فرما۔"

ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَہَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَہَا کَثِیْرَ صَلٰوۃٍ وَّلَا صِیَامٍ اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (احیاء متفق علیہ)

"یا رسول اللہ قیامت کب ہو گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے۔" اس نے کہا۔ "میں نے اس کے لیے کوئی زیادہ نماز اور روزے کی تو تیاری کی نہیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا۔"

حضرت انس کہتے ہیں کہ مسلمان اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد اور کسی چیز سے اتنے خوش نہ ہوئے تھے۔

جاننا چاہیئے کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت کرتا ہے لیکن لوجہ اللہ نہیں بلکہ اسی غیر کو محبت میں مقصود بالذات سمجھا ہوا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں قصور اور جہالت کا سبب ہے۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کیا کہنا ہے اس لیے کہ حضورؐ کی محبت تو عین محبت الٰہی ہے۔ اسی طرح علماء اور پرہیزگاروں کی محبت ہے اس لیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔" حقیقت میں یہ ساری محبتیں اسی اصل یعنی محبت الٰہی کی طرف لوٹتی ہیں۔

(رضا) جاننا چاہیئے کہ رضا محبت کے نتائج میں سے اور مقربین کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے۔ اور اس کی حقیقت اکثر لوگوں پر پوشیدہ ہے۔ اور اس مبحث میں جو شبہے اور وہم پڑتے ہیں وہ اس شخص کے علاوہ جس کو اللہ تعالیٰ نے